اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

...... بیاد ......
امام اہل سنت، شیخ الحدیث، حضرۃ مولانا
محمد سرفراز خان صفدرؒ

...... فیضان ......
قائد اہل سنت، وکیل صحابہ، حضرت مولانا
قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

...... سرپرست ......
پیر طریقت، شیخ الحدیث، حضرت مولانا
حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم

...... نگران ......
وکیل احناف، مناظر اسلام، حضرت مولانا
مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم

...... مدیر اعلیٰ......
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

مسئول: احسن خدامی
0320-4902150

مدیر: حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

ترتیب

غامدی کا شرعی حکم......فتنہ غامدی نمبر جلد دوم
مدیر کے قلم سے....................2
اہل قبلہ کی تکفیر کیوں؟..............................
حافظ عدیل عمران...............4
جاوید غامدی: مسلمان یا کافر..................؟!
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی....12
جاوید غامدی کا شرعی حکم........................!!
مولانا قاضی نثار احمد............17
غامدی سے متعلق ایک استفتاء...............................21
یہ شخص زندیق ہے۔......مولانا مفتی حمید اللہ جان کا فتویٰ........23
سخت گمراہی میں ہے۔......مولانا مفتی عبدالواحد کا فتویٰ........24
دائرہ اسلام سے خارج ہے۔......مدنیہ بہاول پور کا فتویٰ.......25
بعض نظریات خالصتاً کفر ہیں۔......جامعہ خیر العلوم کا فتویٰ.....25
حیات عیسیٰ کا انکار یا تاویل کفر ہے۔......جامعۃ الرشید کا فتویٰ..27
دائرہ اسلام سے خارج ہے۔......جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ....52
بعض نظریات قرآن کے صریح خلاف ہیں۔دارالافتاء والتحقیق.54
فتنہ غامدی نمبر......اکابر و قارئین کی نظر میں!
اکابر علماء اور مبصرین..........55

برائے رابطہ
احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

عرض خادم　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　مدیر کے قلم سے

جاوید غامدی کا شرعی حکم......فتنہ غامدی نمبر جلد دوم

(۱)......مشہور ملحد و زندیق جاوید احمد غامدی سے متعلق مختلف مطبوعہ و غیر مطبوعہ دستیاب فتاویٰ یکجا کر کے شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ عوام الناس اُس کے شرعی حکم سے آگاہ ہو سکیں۔

غامدی صاحب سے متعلق ایک استفتاء گذشتہ سال (۲۰۱۴ء) کے آخر میں ہمارے مہربان دوست جناب حافظ عدیل عمران صاحب نے غامدی صاحب کی کتب و رسائل اور اُن کے تلامذہ کی تحریرات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد بے حد محنت سے مرتب فرما کر مختلف علماء کرام کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اُس کے جواب میں اب تک موصول ہونے والے فتاویٰ میں سب سے مفصل فتویٰ جامعۃ الرشید کراچی کا ہے جو ہمارے فاضل دوست مولانا محمد عمر فرید صاحب نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔اس کے علاوہ مولانا مفتی حمید اللہ جان مدظلہم، مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم، دارالعلوم مدنیہ بہاول پور اور جامعہ خیر العلوم خیر پور کے فتاویٰ بھی ہیں جو غامدی نمبر کی جلد اول میں شائع ہو چکے ہیں۔حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم اور حضرت مولانا قاضی نثار احمد مدظلہم نے بھی اپنی تحریرات میں غامدی کا شرعی حکم واضح کیا ہے، سو وہ بھی شاملِ اشاعت ہیں۔علاوہ ازیں جامعہ اشرفیہ لاہور اور دارالتقویٰ لاہور سے اِس استفتاء سے قبل بھی غامدی صاحب کے بارے فتاویٰ جاری ہوئے، یہ دونوں فتاویٰ بھی شامل ہیں۔خلاصہ تمام فتاویٰ جات کا یہ ہے کہ جاوید احمد غامدی پرلے درجے کا ملحد و زندیق ہے، اسلام کے ساتھ اُس کا کوئی واسطہ نہیں۔

غامدی صاحب کی تکفیر کی بنیادی وجہ حیات و نزول عیسیٰ کا انکار ہے۔کیونکہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔اور یہ عقیدہ نہ صرف مسلمہ عقائد میں سے ہے بلکہ ''ضروریاتِ دین'' میں سے بھی ہے۔اِس لیے اِس کا انکار یا اِس میں تاویل خالص کفر ہے۔چنانچہ امام العصر حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور مفتی اعظم بنگلہ دیش حضرت مولانا مفتی فیض اللہ رحمہ اللہ وغیرہم جیسے کبار علماء نے حیات و نزول عیسیٰ کے ضروریاتِ دین میں سے ہونے اور اِس کے اِنکار و تاویل کے خالص کفر ہونے کی صراحت کی ہے۔

اگرچہ غامدی اصغر، غامدی اکبر کو تکفیر سے بچانے کی خاطر ایک طویل عرصہ سے اِس عقیدہ پر تابڑ توڑ حملے

کر کے اِس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور اِسے ضروریات دین سے خارج قرار دینے کی مذموم کوشش کر رہا ہے اور اِس حوالے سے مختلف مرحوم بزرگوں کی طرف من گھڑت باتیں منسوب کرنے اور کذب بیانی سے بھی باز نہیں آ رہا، (تفصیل کے لیے دیکھیے ترجمان دیو بند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کا مضمون ''عمار خان ناصر پر غامدی اثرات''......فتنہ غامدی نمبر جلد اول) لیکن قرآنی آیات، متواتر المعنی احادیث نبویہ، پوری امت کے اجماع واتفاق اور اکابرین امت کی صراحت کے مقابلے میں غامدی اصغر کے ''شوشے'' کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

منکرِ حیات عیسیٰ کے بارے میں سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک استفتاء مرتب کیا تھا، جس کے جواب میں سعودی عرب، شام، مراکش، کویت، بنگلہ دیش اور پاکستان سمیت چودہ (۱۴) ملکوں کے تقریبا دوسوا کانوے (۲۹۱) علماء کرام نے حیات ونزول عیسیٰ کے منکر کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان علماء میں مفتی اعظم سعودی عرب، مفتی اعظم شام اور مفتی اعظم بنگلہ دیش بھی شامل ہیں۔ یہ فتویٰ پہلے حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ نے شائع فرمایا، پھر ہمارے محسن ومحبوب راہ نما حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ نے ''فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم'' میں شائع کیا۔ تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲)...... ہمارے انتہائی مخلص دوست اور محنتی رفیق حافظ عدیل عمران صاحب جو ہر وقت کسی نہ کسی مسلکی موضوع پر قلم اٹھائے ہی رہتے ہیں، اُن کے متعدد قیمتی اور قابلِ اشاعت مضامین باری کے انتظار میں ہیں، طوالت کی وجہ سے تاخیر در تاخیر کا شکار ہیں، موقع اور موضوع کی مناسبت سے اُن کا ایک انتہائی اہم مضمون ''اہل قبلہ کی تکفیر کیوں؟'' بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

(۳)......''فتنہ غامدی نمبر'' کی دوسری جلد...... جو اِن شاءاللہ

اِجماع	اُصولِ تفسیر	طلاق (حقوقِ نسواں)	داڑھی (اسلامی وضع قطع)
موسیقی	مسئلہ تکفیر	مسجد اقصیٰ	ذمیوں کے شرعی قوانین
سود	مسئلہ غلامی	اَفکارِ فراہی	اِبطالِ باطل اور اہلِ سنت کی علمی روایت
تصویر	پردہ	اِنکارِ حدیث کے شواہد	غامدی کے ساتھ بنیادی اِختلاف

اور......ظہورِ مہدی وقادیانیت نوازی...... وغیرہ موضوعات سے متعلق غامدی موقف کے علمی محاسبے پر مشتمل ہوگی......اُس کے لیے کوئی صاحب علم وقلم جاوید احمد غامدی، فکر غامدی، یا غامدی نمبر کے حوالے سے کوئی تحریر، مقالہ یا مضمون اِرسال فرمانا چاہیں تو یکم ستمبر ۲۰۱۵ء تک ارسال فرمادیں۔

ع قبول ہو کہ نہ ہو، التجا تو ہے

نیز اِس سلسلے میں مفید تجاویز اور مشوروں کی بھی درخواست ہے۔ ادارہ صفدر انتہائی ممنون وشکر گزار ہوگا۔

☆......☆......☆......☆

حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

اہل قبلہ کی تکفیر کیوں؟

بعض پڑھے لکھے حضرات کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔کیونکہ ان کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔اس تحریر میں ہم تفصیلی جائزہ لیں گے کہ ''اہل قبلہ'' سے مراد کون ہیں، جن کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔

اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''شرح فقہ اکبر'' [ص:۱۸۵] میں فرماتے ہیں:

''یادرکھو! اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات و مہمات دین مثلاً حدوثِ عالم، حشر جسمانی، ہر ہر کلی و جزئی پر علم الٰہی کے محیط ہونے اور اسی قسم کے اہم اور بنیادی مسائل میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں۔ چنانچہ جو شخص تمام عمر شرعی احکام و عبادات کی پابندی کرتا رہے، مگر عالم کو قدیم مانتا ہو یا حشر جسمانی کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہ مانتا ہو، وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہیں ہے، (وہ تو بدوں اختلاف سب کے نزدیک کافر ہے) نیز علمائے اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک کہ اس میں کوئی کفر کی علامت یعنی کفریہ قول یا فعل نہ پایا جائے اور کوئی موجب کفر امر اس سے سرزد نہ ہو (گویا کسی مسلمان سے اگر کوئی کفریہ قول یا فعل سرزد ہو یا اس میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے تو وہ اہل قبلہ سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے اگر چہ وہ خود کو مسلمان کہتا رہے اور مسلمانوں کی طرح عبادات و احکام شریعت کا پابند بھی ہو)۔'' [إكفار الملحدين :۱۷۔از: امام العصر حضرت کشمیری نوراللہ مرقدہ]

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کو کافر کہنے کا مطلب:

''شرح عقائد نسفی'' کی شرح ''نبراس'' کے مصنف ص:۵۷۲ پر لکھتے ہیں:

''متکلمین کی اصطلاح میں ''اہل قبلہ'' وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے، لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو، مثلاً عالم کو حادث نہ مانے، یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو، یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو، یا نماز، روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو، وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں، اگر چہ تمام عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو۔اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی

علامت کفر پائی جائے مثلاً کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اُڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے، یہی محققین کی تحقیق ہے۔اس کو خوب اچھی طرح یاد کرلو!۔'' [إكفار الملحدين :۷۲]

'' لانكفّر أهل القبلة '' کس کا مسلک ہے؟

اہل حق کا یہ مذکورہ بالا قول (کہ جب تک اہل قبلہ میں کوئی شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرے اس کو کافر نہ کہا جائے) یہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بیشتر اشاعرہ کا مذہب ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ ذیل قول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں بجز خطابیہ کے اور باقی گمراہ فرقہ والوں کی شہادت رد نہیں کرتا (یعنی کافر نہیں سمجھتا) اس لیے کہ یہ خطابیہ جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں۔''

'' منتقی ''میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا۔ یہی اکثر و بیشتر فقہائے حنفیہ کا مسلک ہے، ہاں بعض فقہائے حنفیہ ہر اہل حق کے مخالف کو کافر کہتے ہیں۔[إكفار الملحدين:۷۰]

مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا اصل ماخذ اور حقیقت:

مصنف نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر کہنے کی ممانعت کے زیر بحث مسئلہ کا اصل ماخذ ''سنن أبي داوٗد'' [باب الجهاد :۱/ ۲۴۴۳] کی ایک حدیث ہے، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''تین چیزیں اصل ایمان ہیں:

(۱)......لا الہ الا اللہ کہنے والے (کے جان و مال) پر دست درازی نہ کرنا۔

(۲)......کسی ''گناہ'' کا ارتکاب کرنے کی بنا پر اس کو کافر نہ کہنا۔

(۳)......کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرنا۔''

اس حدیث میں شریعت کے عرف کے مطابق ''گناہ'' سے یقیناً وہ گناہ مراد ہیں جو کفر نہ ہوں۔ اور بالکل اسی طرح یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے............ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے'' الیواقیت ''میں منقول ہے۔ اور سفیان بن عیینہ سے حمیدی نے اپنی مسند کے آخر میں نقل کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ ائمہ دین کی تعبیرات و اقوال میں ''گناہ'' کی قید کے ساتھ وارد ہوا ہے (یعنی جس حدیث

میں،'' لا یکفرہ بذنب '' آیا ہے اسی طرح یہ ائمہ بھی،''لا نکفر أهل القبلة بذنب '' فرماتے ہیں) جیسا کہ ''الیواقیت والجواہر''[۲/۱۲۳] میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔لیکن مرور ایام کے بعد کچھ ظاہر پرستوں، کچھ جاہلوں اور کچھ ملحدوں نے ان ائمہ کے اقوال میں سے'' گناہ'' کی قید کو اڑادیا(اور''لا نکفر أهل القبلة ''رہنے دیا)اوران ائمہ کے اقوال کو بے محل استعمال کرنے لگے(کہ ان ائمہ کے نزدیک کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی تحریف اوران ائمہ پر بہتان ہے)۔[إكفار الملحدين:۷۶]

''اہل قبلہ اور مؤَل کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو معاشرہ میں مسلمان سمجھا جاتا ہواُسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کر دے۔اگر کسی امر ضروری کا انکار کر دے تو وہ اہل قبلہ یعنی مسلمانوں میں شامل نہیں ہوگا۔اِسی طرح مؤَل سے مراد وہ شخص ہے جو غلط بات کو غلط دلیل سے ثابت کرتا ہو،لیکن یہ شرط ہے کہ اس کی تاویل سے قطعیات،اُمور فی الدین یا ضروریات دین پر زد نہ پڑتی ہو، اِس طرح کے مؤَل کو کافر نہیں کہنا چاہئے،لیکن اگر مؤَل،تاویل کرتے ہوئے قطعیات کا اِنکار کر دے یا ضروریات دین کا انکار کر دے تو ایسا مؤَل امر ضروری کے انکار کی بنا پر کافر ہو جائے گا،اور ایسی تاویل اُس کو کفر سے نہیں بچا سکے گی۔''

[عقائد اہل السنۃ والجماعۃ (مدلل):۶۰]

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ ''اہل قبلہ'' سے مراد یہ ہے کہ وہ ''ضروریات دین'' کو مانتا ہو،اور اس میں سے کسی کا انکار نہ کرتا ہو۔اب سوال یہ ہے کہ ''ضروریات دین'' کیا ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے۔

ضروریات دین کیا کیا ہیں؟

(۱)......ان تمام چیزوں کو جو نبی کریم ﷺ سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہیں،ضروریات دین کہا جاتا ہے۔مومن بننے کے لیے ان تمام ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ضروریات دین میں سے کسی ایک کے انکار سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۲)......ضروریات دین بہت ساری ہیں: مثلا اللہ کی توحید اور اس کی صفات پر ایمان لانا، فرشتوں پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا، اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لانا، قیامت پر ایمان لانا، تقدیر پر ایمان لانا، موت کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ ارکان اسلام کی فرضیت کا قائل ہونا،سود، زنا، جھوٹ اور فرائض اسلام کی عدم ادائیگی کی حرمت کا قائل ہونا وغیرہ۔[ایضا:۵۳]

(۳)......ضروریات دین بعض تفصیل کے ساتھ بتلائے گئے ہیں اور بعض اجمالا، جو ضروریات دین تفصیلا بتائے گئے ہیں، ان پر تفصیلا ایمان لانا ضروری ہے، مثلا: نماز پر اس کے متعلقہ بتلائی گئی ہیئت و کیفیت سمیت ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا تو قائل ہے، لیکن اس تفصیل کے ساتھ نہیں تو وہ مومن نہیں۔ اور جو ضروریات اجمالا بتلائے گئے ہیں۔ مثلا فرشتوں پر ایمان لانا وغیرہ، ان پر اجمالا ایمان لانا کافی ہے۔ [عقائد اہل السنۃ والجماعۃ: ۵۵]

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث کے نہ ماننے والوں کا لقب تو منکرین حدیث ہے۔ باقی نماز پنجگانہ بھی اِسی طرح متواتر ہیں، جس طرح قرآن متواتر ہے۔ جو شخص پانچ نمازوں کا منکر ہے وہ قرآن کریم کا بھی منکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کا بھی منکر ہے۔ ایسے تمام دینی امور جن کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر خاص و عام کو معلوم ہے، ان کو ''ضروریات دین'' کہا جاتا ہے۔ ان تمام امور کو بغیر تاویل کے ماننا شرط اسلام ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس میں تاویل کرنا کفر ہے، اِس لیے جو فرقہ صرف تین نمازوں کا قائل ہے، پانچ نمازوں کو نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہے۔'' [آپ کے مسائل: ۱/۵۷،۵۸]

ضروریات دین کا انکار کرنے والا!

ضروریات دین کا انکار کرنے والوں کی پانچ اقسام ہیں، جو کہ کفر کی بڑی اقسام ہیں:

(۱)......کفر انکار: ضروریات دین کی دل سے تصدیق ہو نہ زبان سے اقرار کرے، جیسے کہ عام کفار، یہ نہ تو دل سے تصدیق کرتے ہیں، اور نہ ہی زبان سے اقرار کرتے ہیں۔

(۲)......کفر جحود: دل سے ضروریات دین کو حق اور سچ سمجھتا ہے، لیکن دل سے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی زبان سے اقرار کرتا ہے، جیسے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہودیوں کا کفر اور شیطان کا کفر۔

(۳)......کفر عناد: دل سے ضروریات دین کو قبول کر کے زبان سے اقرار بھی کرتا ہے، لیکن دوسرے ادیان سے اعلان برات نہیں کرتا، یہ شخص بھی کافر ہے، جیسے کوئی شخص تمام ضروریات دین کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ عیسائیوں یا یہودیوں کو بھی صحیح مذہب پر سمجھے تو یہ شخص کافر ہے۔

(۴)......کفر نفاق: دل سے ضروریات دین کا انکار کرتا ہے، لیکن کسی مصلحت یا دنیوی منفعت کی خاطر زبان سے اقرار کرتا ہے، ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے۔ منافق کافر سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

(۵)......کفر زندقہ یا کفر الحاد: یہ ایسا کفر ہے کہ اس کا مرتکب بظاہر تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے، اور بظاہر مسلمان معلوم ہوتا ہے، لیکن کسی امر ضروری کی ایسی تشریح کرتا ہے جو امور مسلمہ فی الدین

کے یا قطعیات کے خلاف ہے، جیسے لاہوری، قادیانی وغیرہ، بہت سے امور ضروریہ کی غلط تشریح کرتے ہیں جو قطعیات کے خلاف ہوتی ہے، اس بنا پر یہ زندیق کافر کہلاتے ہیں۔[عقائد اہل السنۃ:۵۹،۶۰]

ضروریات دین میں تاویل بھی کفر ہے؟

جس طرح ضروریات دین میں سے کسی عقیدہ کا انکار کفر ہے، اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور ایسے مقام پر عمدہ سے عمدہ اور خوب صورت سے خوب صورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی، حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چند حوالے عرض کیے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

"لأن الكفر هو جحد الضروريات من الدين أو تاويلها" [إيثا الحق على الخلق:۴۴۱]

ترجمہ: ضروریات دین کا انکار اور ان کی تاویل کفر ہے۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مذهب الأكثرين من الائمة و جماهير علماء الأمة، وهو التفصيل والقول بأن التاويل فى القطعيات لا يمنع الكفر. [اتحاف،۱۳/۲] ترجمہ: اکثر ائمہ اور جمہور امت کے مذہب میں قول مفصل یہ ہے کہ قطعیات (اور ضروریات دین) میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

(۲)......مشہور متکلم علامہ شمس الدین احمد بن موسی الخیالی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۷۰ھ) اور عبد الحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۷ھ) لکھتے: و اللفظ له

"التاويل فى ضروريات الدين لا يدفع الكفر." [الخيالى:۱۴۶ مع حاشیہ فاضل سیالکوٹی]

ترجمہ: ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

(۳)......حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ثم التاويل تاويلان: تاويل لا يخاف قاطعا من الكتاب والسنة واتفاق الأمة، و تاويل يصادم ما ثبت بالقاطع، فذلك الزندقة." [مسوی:۱۰۹/۱] ترجمہ: تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تاویل وہ ہے، جو کتاب و سنت اور اتفاق امت کے قطعی دلائل کے مخالف نہ ہو، اور دوسری تاویل وہ ہے جو اس چیز سے متصادم ہو جو قطعی طور پر ثابت ہے، ایسی تاویل زندقہ ہے۔

(۴)......حافظ ابن الہمام محمد بن عبد الواحد (المتوفی ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

"الاتفاق على أن ما كان من أصول الدين و ضروريا ته يكفر إن خالف فيه." [مسائرہ، ۲۱۲/۲ط: مصر] ترجمہ: اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین کی جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی

جائے گی۔

(۵)......علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

"لا خلاف فی كفر المخالف فی ضروريات الإسلام، وإن كان من أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات كما فی شرح التحرير.[ردالمحتار ،۱/۳۷۷]

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس نے طاعات وعبادات میں گذار دی ہو۔

(۶)......علامہ ابوالبقاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ولا نزاع فی إكفار منكر شئ من ضروريات الدين. [كليات أبی البقاء:۵۵۴]

ترجمہ: جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

(۷)......حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

"تكفير آنها جرات نبايد نمودند تا زمانيكه انكار ضروريات دينيه ننماينه و رد متواترات احكام شرعيه نكنذ الخ." [مکتوبات امام ربانی، ۳۸/۳......و......۹۰/۸] ترجمہ: اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی تکفیر میں جرات نہیں کرنی چاہیے۔ تاوقتیکہ وہ ضروریات دینیہ اور حکام شرعیہ کے متواترات کا انکار نہ کریں۔

(۸)......حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر مخالف ادلہ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ واجماع قطعی است اورا کافر باید شمرد اھ [فتاوی عزیزی، ۱/۱۵۶] ترجمہ: اگر ادلہ قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کا مخالف ہو تو اسے کافر ہی سمجھنا چاہیے۔

ان تمام صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی قطعی اور ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور تاویل ایسے مؤول کو کفر سے نہیں بچاتی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہما اللہ تعالی وغیرہ بزرگوں کے حوالوں سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی ہے کہ کتاب وسنت متواترہ اور اجماع امت سے جو چیز ثابت ہو، وہ قطعی اور ضروریات دین میں سے ہوتی ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ:

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''اثنا عشری شیعوں کے بارے میں ہزاروں جید علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

''اثنا عشری شیعوں کی تکفیر اور عصر حاضر میں اس کے اظہار واعلان کے سلسلہ میں جو اشکالات یا غلط فہمیاں بعض حضرات کو ہوتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مختصراً ہی سہی ان کے سلسلہ میں بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

روافض کی تکفیر کے سلسلے میں بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ بہر حال وہ ''اہل قبلہ'' میں سے ہیں، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ کا یہ ارشاد مشہور و معروف ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے (قادیانیوں کی تکفیر سے اختلاف کرنے والے بعض حضرات بھی یہ بات کہا اور کرتے تھے۔)

کاش یہ حضرات اس پر غور کرتے کہ جن ائمہ کرام یا جن مصنفین نے یہ بات فرمائی یا لکھی ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، اُن کی مراد ''اہل قبلہ'' کے لفظ سے کیا ہے؟......ظاہر ہے کہ لفظی ولغوی معنی کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص ''اہل قبلہ'' ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو، تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابو جہل وابولہب وغیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے، عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے، اس کا طواف کرتے تھے، اپنے طریقے پر حج وعمرہ بھی کرتے تھے، تو اگر ''اہل قبلہ'' کا مطلب یہی ہو تو پھر ان مشرکین عرب کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہ ہوگی۔

دراصل ''اہل قبلہ'' ایک خاص دینی اور علمی اصطلاح ہے، عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوا ہے، اور انہیں کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام کو بہ طور دین قبول کر چکے ہوں، توحید و رسالت، قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں۔ اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی اور یقینی طریقے پر ثابت ہو، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا منکر ہے تو وہ ''اہل قبلہ'' میں سے نہیں ہے، اور اس کی تکفیر ہی کی جائے گی۔ (جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزر چکا ہے۔[عدیل])

حضرت نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

''یہ ''اہل قبلہ'' کے لفظ سے غلط فہمی تو ایسی تھی کہ جس کی کچھ بنیاد تھی، اگرچہ کیسی ہی غلط تھی۔ ہمارے زمانے کے تو بہت سے پڑھے لکھے مسلمانوں کا بھی یہی خیال ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے (خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو) بس وہ مسلمان ہے، ان لوگوں کے نزدیک اسلام بھی ہندو دھرم کی طرح کا ایک مذہب ہے، جس میں کسی خاص عقیدے کی ضرورت واہمیت نہیں، ہندو دنیا سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ویدوں کو مقدس الہامی کتاب ماننے والے بھی ہندو ہیں۔ اور اس کا انکار

کرنے والے اوران کوخرافات کا مجموعہ بتانے والے جینی بھی ہندو ہیں،مورتی کی پوجا کرنے والے سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں،اوراس کا کھنڈن کرنے اوراس کومہا پاپ بتانے والے آریہ سماجی بھی ہندو ہیں،ایشوراور خدا کو ماننے والے بھی ہندو ہیں،اس کے قطعی منکر بھی ہندو ہیں......ایک زمانے میں ہمارے ملک کے عظیم لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو نے خود اپنا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہندو مذہب بھی عجیب ہے،اس سے کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹ سکتا،میں خدا کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں اور کسی مذہب کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہیں۔

یہ لوگ جو ہراُس شخص کو جواپنے آپ کو مسلمان کہے،مسلمان مانتے اور ماننے پر اصرار کرتے تھے، قادیانیوں کی تکفیر کے بارے میں بھی علماء کرام پر ملایانہ تنگ نظری کا الزام لگاتے اور پھبتیاں کستے تھے۔ خمینی اور فرقہ اثناعشریہ کی تکفیر کے بارے میں بھی ان کا یہی رویہ ہونا قدرتی بات ہے،ایسے حضرات سے دردمندی کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ وہ اسلام کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں......اسلام مخصوص عقائد،ایمانیات اور زندگی کا ایک متعین ضابطہ حیات ہے۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آیا اور قرآن مجید میں محفوظ ہے،جو شخص اس کو قبول کرے وہ مومن ومسلم ہے۔اور جو اس کو نہ مانے (اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب ترین عزیز ہو) وہ کافر ہے۔[ص:۲۲]

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

☆......☆......☆......☆

حیات ونزول عیسیٰ کا منکر کافر،ملحد وزندیق ہے۔

''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوۃ والسلام کا رفع الی السماء،ان کی حیات اور قیامت سے پہلے ان کا زمین پر نازل ہونا نصوص قطعیہ قرآنی آیات سے ثابت ہے،جس کا انکار کافر،ملحد اور زندیق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔'' (امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔توضیح المرام:۴۸)

''جملہ اہل اسلام اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ ختم نبوت کے عقیدہ کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء،ان کی حیات اور پھر نزول الی الارض بھی قطعی اور محکم دلائل سے ثابت ہے جو کسی تاویل کا محتاج نہیں۔لہٰذا جو طبقہ اور گروہ ایسے بنیادی عقیدوں کا انکار یا تاویل کر کے کافروں میں شامل ہونا چاہتا ہے تو بڑے شوق سے ایسا کرے،اسے کون روک سکتا ہے؟'' (حضرت امام اہل سنتؒ،توضیح المرام:۹۵)

وفیات

حضرت مولانا محمد خان صاحب رحمہ اللہ [گکھڑ]

قارئین سے مرحوم کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم
شیخ الحدیث: جامعہ صدیقیہ بہاول پور

جاوید غامدی مسلمان یا کافر......!؟

عزیز محترم مولانا جمیل الرحمٰن صاحب عباسی نے مجھے باصرار حکم دیا کہ میں غامدی صاحب کی خرافات پر کچھ تحریر کردوں تا کہ ''غامدی نمبر'' میں شمولیت ہو جائے، پہلے تو میں ٹالتا رہا، لیکن جب ان کا اصرار شدید سے شدید تر ہو گیا اور مانے بغیر چارہ نہ رہا تو کلا علی اللہ یہ چند سطور لکھ دیں، جن سے اجمالا غامدی کی حقیقت قارئین پر واضح ہو جائے گی۔ تفصیل میں دوسرے لکھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔

غامدی صاحب کی کوئی ایک گمراہی نہیں جس کا احاطہ اِس مختصر مضمون میں کیا جاسکے، ان کی بیسیوں گمراہیاں ہیں جو سب دامن قلم کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں، مگر میں صرف چار پر اکتفاء کرتا ہوں، حق پرست اور منصف مزاج شخص کے لیے کافی ہیں، باطل مزاج اور غیر منصف کے لیے دفاتر بھی بے کار ہیں۔

(۱)......انکارِ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام:

حیات عیسی علیہ السلام اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے، چنانچہ شرح عقیدہ سفارینیہ میں لکھا ہے:

''وأما الإجماع فقد اجتمعت الأمة على نزوله ولم يخالف فيه أحد من الشريعة المحمدية، وإنما أنكر ذلك الفلاسفة.''[ج:۲،ص:۹] ......والآن الطائفة الغامدية.

یعنی امت محمد یہ ان کے دوبارہ نزول پر متفق ہے، فلاسفہ کے سوا اس کا کوئی منکر نہیں۔

جبکہ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ:

''عیسی علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی اور اس کے فورا بعد ان کا جسم مبارک فورا اٹھا لیا گیا تا کہ یہود ان کی بے حرمتی نہ کر سکیں۔''

[ماہنامہ اشراق، اپریل ۱۹۹۶ء، بحوالہ تحفہ غامدی]

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ''جو کچھ میں قرآن سے سمجھ سکا ہوں۔'' نہ فہمِ رسول حدیث کی صورت میں، نہ فہم صحابہ آثار کی صورت میں، نہ فہم فقہاء ومحدثین فقہ وحدیث کی صورت میں، بلکہ صرف میں انا ولا غیری۔ یہ اس کی ٹیڑھی فہم ہے، جو سیدھے دماغ میں نہیں آسکتی، اور یہ وہ تفسیر بالرائے ہے جو حرام محض ہے۔

پھر غامدی نے بل رفعہ اللہ کا معنی کیا: ''اس کے جسم کو اٹھالیا'' رفعہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو جسم مع الروح دونوں کا نام ہے، تو پھر جسم کو اٹھانا اور روح کو چھوڑ دینا یہ تفسیر کہاں سے اخذ کی ہے؟ جس کو عیسی کہا جاتا تھا اس کو اٹھایا، یعنی جسم مع الروح کو اٹھا کر آسمانوں تک لے گئے، تا کہ مخالفین نہ جسم کو گزند پہنچا سکیں نہ روح کو۔

یہ ملحوظ رہے کہ غامدی نے حدیث وتفسیر کا نام اس لیے نہیں لیا کہ وہ ان دونوں کا منکر ہے، قرآن میں صرف اپنی فہم کو حجت سمجھتا ہے۔ غامدی کا یہ نظریہ حدیث رسول ﷺ کے بھی خلاف ہے:

عن أبی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: والذی نفسی بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لا يقبله أحد[بخاری:۱/۴۹۰] حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم میں حضرت ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، منصف اور عادل حاکم بن کر اور آ کر صلیب کو توڑ دیں گے اور نسل خنزیر کو قتل کرا دیں گے، مال پانی کی طرح بہا دیں گے یعنی تقسیم کریں گے حتی کہ اس کو کوئی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

قرآن وحدیث دونوں کے انکار کی وجہ سے ہم اسے کم از کم ضال اور مضل تو کہہ سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ کفر کے درجے تک پہنچا ہوا ہے۔

(۲)......ظہور مہدی کا انکار:

حضرت مہدی علیہ السلام کی تشریف آوری احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے، مثلاً:

''عن أم سلمة رضی الله تعالى عنها قالت: سمعت رسول الله ﷺ: المهدی من عترتی من ولد فاطمة رضی الله تعالى عنها. [سنن ابوداؤد:۲/۲۳۹] ام سلمہ ام المومنین فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: مہدی میری آل اور میری فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔''

جبکہ غامدی جس عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مہدی قرار دیتا ہے، وہ نہ آل رسول میں سے ہیں اور نہ اولاد فاطمہ میں سے۔ حضرت ام سلمہؓ کی ایک اور حدیث میں ہے (طوالت سے بچنے کے لیے میں صرف اس کا ترجمہ لکھتا ہوں): وہ فرماتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک خلیفہ کی وفات کے وقت نصب خلیفہ کے بارے میں اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص جس کو خلیفہ بنائے جانے کا خوف ہوگا مکہ کی طرف بھاگ جائے گا، وہاں اس کے پاس اہل مکہ آئیں گے اور اس کی بیعت کے لیے اصرار کریں گے، جبکہ وہ شخص خلافت کو ناپسند کرتا ہوگا، تو

حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کر لی جائے گی، جب لوگوں میں اس کا چرچا ہوگا تو شام کے ابدال اور عراقیوں کی جماعتیں بھی آ کر اس سے بیعت ہو جائیں گی۔'' [سنن ابی داؤد: ۲۳۹/۲]

اب سنئے! غامدی کیا کہتا ہے:

''قرآن میں نزول مہدی کے بارے میں اشارۃً بھی کچھ ذکر نہیں، اس طرح صحیح حدیثیں بھی اس طرح کے تذکرہ سے یکسر خالی ہیں، البتہ بعض دوسرے درجہ کی ایسی روایات ملتی ہیں جن میں قیامت کے قریب اس طرح کی ایک شخصیت کے پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان میں بھی ایسی باتیں کہی گئیں ہیں جو نہ علمی لحاظ سے درست ہو سکتی ہیں نہ عقلی لحاظ سے، میرا رجحان اس معاملے کے بارے میں یہ ہے کہ یہ روایتیں درحقیقت کچھ تھیں تو سیدنا عمر بن عبد العزیز کے بارے میں تھیں، ان کے زمانے کے لوگوں نے اس کا مصداق پا لیا اور وہ تاریخ میں اپنا کام مکمل کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، اس موضوع پر بعض محققین نے بہت اچھی چیزیں لکھ دی ہیں، ان کے مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان افسوس ہے کہ بہت رائج کر دیا گیا ہے اور اب امت مسلمہ اِس انتظار میں بیٹھی ہے کہ کوئی امام مہدی آئے گا اور ایک مرتبہ پھر ان کی خلافت دنیا میں قائم کرے گا۔'' [سوال وجواب ہٹس ۸۸۸، اشاعت ۲۰۱۰ء]

ملحوظ رہے کہ غامدی صاحب صحیح احادیث کو ''افسانہ'' کہہ رہے ہیں۔

جناب غامدی صاحب!

آپ نے حضرت ام سلمہؓ کی روایت ابی داؤد کو تو افسانہ قرار دے دیا، مگر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مہدی ہونے کی کون سی درجہ اول کی روایت پیش کی ہے؟ آپ تو درجہ سوم کی بھی روایت پیش نہ کر سکے، افسانوی رویہ آپ کا ہے نہ کہ محدثین وام المؤمنین کا۔ ہمیں عمر بن عبد العزیز کے تقویٰ وطہارت میں کوئی کلام نہیں بلکہ ان کو خلیفہ راشد خامس کہا گیا ہے، مگر آپ نے جو اُن کو اپنے فہم سے مصداق بنایا ہے، اُس میں کلام ہے۔ آپ وہ اول درجے کی بخاری شریف کی روایت پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ مہدی عمر بن عبد العزیز ہی ہیں باقی سب افسانہ ہے۔ اور بقول آپ کے مہدی کی شخصیت علامات قیامت میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی، تو کیا عمر بن عبد العزیز علامات قیامت ہیں؟ اب تک تیرہ سو سال گذر گئے مگر ابھی قیامت نہیں آئی اور پھر جن محققین نے بہت کام کی باتیں لکھی ہیں ان کا نام لے دیتے تو بہتوں کا بھلا ہوتا، شاید اس سے غلام احمد پرویز وغیرہ مراد ہوں۔

(۳)......حدیث کا انکار:

حدیث: نبی پاک ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کو کہتے ہیں۔ حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے

اور حدیث مشہور وخبر واحد کا منکر فاسق وفاجر۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

فصار منکر المتواتر ومخالفه کافرا. [میزان الاعتدال:۹۰/۱]

جبکہ غامدی صاحب کہتے ہیں:

''دین لاریب انھی دوصورتوں میں ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے نہ اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی اخبار آحاد جنھیں بالعموم حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ان کی تبلیغ وحفاظت کے لیے آپ ﷺ نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا، بلکہ سننے اور کہنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ چاہیں تو انھیں آگے پہنچائیں اور چاہیں تو نہ پہنچائیں، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ وعمل میں اضافہ نہیں ہوتا۔[میزان:۱۵،طبع:۲۰۱۴]

جناب غامدی صاحب!

حضور ﷺ کے فرمانات سے دین میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور ان کا آگے پہنچانا بھی ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ نے فرمایا: فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی تم میں سے جو حاضرین ہیں وہ غائبین تک میرے ارشادات کو پہنچادیں، کیونکہ فرب حامل فقه غیرفقیه بہت سے اہل علم غیر فقیہ ہوتے ہیں، ورب مبلغ أوعی من سامع بہت سارے وہ لوگ جن تک میری بات پہنچے گی وہ براہ راست سامع سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے والے ثابت ہوں گے۔[بعضہ فی دارمی شریف:۸۶،۸۷]

(۴)......سنت کا انکار:

جاوید احمد غامدی سنت کی خودساختہ تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا۔'' [میزان:۱۴طبع:۲۰۱۴]

اس تعریف کا نتیجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اپنے اقوال واعمال سنت نہیں ہیں جب تک ان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہر نہ ہو، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سنت ابراہیمی کے مجدد ہیں، باقاعدہ شارع نہیں۔

سردست میں صرف انھی چار پر اکتفاء کرتا ہوں کہ سمجھدار اور منصف آدمی کے لیے غامدی صاحب کی ضلالت وگمراہی انھی چار باتوں سے واضح ہوجائے گی، بے سمجھ اور غیر منصف کے لیے دفتر بھی بیکار ہیں۔

غامدی صاحب کا حکم:

ان ملحدانہ نظریات اور ان جیسے بیسیوں گمراہ کن افکار کی بنا پر میرے نزدیک غامدی ملحد و زندیق ہے۔ وہ بظاہر ضروریات دین کا انکار نہیں کرتا لیکن ان کی ایسی توضیح وتشریح کرتا ہے جو اجماعی طور پر مسلمات شرعیہ کے خلاف ہے، اور فیض الباری میں زندیق کی تعریف یہی کی گئی ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

"وإن اعترف ظاهرا أو باطنا لكنه يفسر بعض ما ثبت بالدين ضرورتا بخلاف مافسره الصحابة والتابعون وأجمعت عليه الأمة، فهو الزنديق." [فیض الباری: ۱/۷۱]

یعنی اگر ظاہری یا باطنی طور پر اعتراف بھی کرے لیکن بعض ما ثبت بالدین کی ایسی تشریح وتفسیر کرے جو صحابہ تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ زندیق ہے۔

اور غامدی یہی کام کر رہا ہے یا اس سے کرایا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کے زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور زندیقیت کفر فوق کفر ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی ......احقر فضل الرحمٰن دھرمکوٹی

حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام قطعی اور یقینی عقیدہ ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

حیات عیسیٰ بن مریم علیہا الصلوۃ والسلام کا عقیدہ نصوص قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے (ماسوا چند فلاسفہ وملاحدہ کے) ثابت ہے، جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے ظاہر ہے: نزول عیسیٰ علیه السلام من السماء...... حق. کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے بالکل برحق ہے۔ پس منکر اس عقیدہ اجماعیہ کا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فقط: محمد ابراہیم کیمل پوری)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت سے قبل اُن کے نزول کا عقیدہ اُن عقائد میں سے ہے جن پر صحابہ کرام سے آج تک نسل در نسل امت مسلمہ کا یقینی اجماع ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آثار ونصوص یقیناً متواتر ہیں۔ اور ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی وفات کا نظریہ قرآن میں تلبیس اور احادیث میں تحریف ہے اور اجماع امت کے بھی خلاف ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، اکوڑہ خٹک)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانے میں اُن کے نزول پر امت کا اتفاق ہے، اِس پر قرآن بھی گواہ ہے اور اِس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں۔ اِس کا منکر کافر ہے۔

(محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ)

(فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم)

حضرت مولانا قاضی نثار احمد مدظلہم
[مدیر: جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام، گلگت......امیر: تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ: گلگت]

جاوید احمد غامدی کا شرعی حکم

بخدمت جناب حمزہ احسانی صاحب مدیر مجلّہ صفدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ جناب کے موقر جریدے مجلّہ کی طرف سے فتنہ غامدی نمبر سے متعلق تحریر موصول ہوئی پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے وقت کے تقاضے کے مطابق اس فتنے کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ’’غامدی فکر‘‘ کے مختلف پہلوؤں پر جن علماء و مشائخ سے مضامین لکھنے کی گزارش کی گئی ہے وہ سب ہمارے قابل قدر اکابر میں سے ہیں اور ان کی تحقیق پر ہم کو پورا اعتماد ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آپ جناب کی طرف سے غامدی کے نظریات پر مشتمل تفصیلی تحریر بالاستیعاب پڑھ کر غامدی کے متعلق میری رائے درج ذیل سطور میں پیش خدمت ہے۔

سوال میں مذکورہ عقائد و نظریات کا حامل جاوید احمد غامدی صاحب اہل سنت سے خارج اور خلاف شرع عقائد و نظریات کا حامل و داعی ہے۔ ان میں سے بعض امور نہ صرف سخت گمراہی کے زمرے میں داخل ہیں بلکہ کفر کی سرحد کو چھو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر حیات عیسیٰ علیہ السلام، ظہور امام مہدی علیہ الرضوان، حدیث اور اجماع کی حجیت ایسے بنیادی امور ہیں کہ ان کا انکار کرنے والا شخص نہ صرف اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ مسلمانوں کے زمرے سے بھی نکل جاتا ہے کیونکہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت نہ صرف احادیث متواترہ سے ہے بلکہ قرآن مجید سے بھی ہے اور اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات سے متعلق احادیث کو علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے **’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح‘‘** میں جمع کر کے ان کو متواتر ثابت کیا ہے اور حدیث متواتر کا انکار کفر ہے۔ حیث قال:

’’والأخبار المتواترة الواردة فی حیاة عیسی علیه السلام ونزوله فی آخر الزمان کانت ردما بینه وبین مقاصده الیأجوجیة فأتی علی جلها بالإنکار والتحریف ولم یبال الشقی أن إنکارها وتحریفها عین إنکار رسالة محمد صلی الله علیه وسلم وخروج من الإسلام ومروق من الدین نعوذ بالله منه.......أن مسألة نزول المسیح علیه السلام وکونه هو

عيسى ابن مريم النبى الإسرائيلى بعينه مما صدعت به النصوص القرآنية و تواترت فيه الأحاديث النبوية وأجمعت عليه الأمة من لدن عهد النبى الكريم صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا بحيث لا يسمع التأويل ولا يسع فيه القال والقيل وإن جميع ما تفوه به هذا الشقى تقول متقول وما هو بمزحزحه من العذاب أن يحرف أو يؤول.''

[التصريح بماتواتر فى نزول المسيح،ص:۳۷،۴۸،مكتب المطبوعات الاسلاميه]

''أحاديث نزول عيسى عليه السلام متواترة، ولعلك قد عرفت مما ذكرنا أن الأحاديث فى هذا الباب متواترة، وقد صرح به جماعة من المحدثين على قول ووجب الإيمان به وأكفر منكره كالفلاسفة من نزول عيسى عليه السلام آخر الزمان؛ لأنه كان نبيا قبل تحلى نبينا صلى الله عليه وسلم بالنبوة فى هذه النشأة، وبه صرح الحافظ عماد الدين ابن كثير حيث قال...وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبر بنزول عيسى عليه السلام...وذكر الحافظ ابن حجر فى كتابه فتح البارى تواتر نزول عيسى عليه السلام عن أبى الحسين الآبرى، وقال فى التلخيص الحبير من كتاب الطلاق وأما رفع عيسى عليه السلام فاتفق أصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه حيا....''[ایضاً،ص:۵٦تا٦۲]

غامدی صاحب کا وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر قرآنی آیت ''فلما توفيتنى كنت أنت الرقيب عليهم'' سے سوال میں موجود استدلال محض باطل ہے کیونکہ اس آیت میں ''توفيتنى'' کے معنی وفات اور موت نہیں بلکہ ''رفعتنى''اور''قبضتنى'' کے معنی ہیں یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مفسر ایسا نہیں ملتا جس نے اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کیا ہو۔قرآن میں اس مکالمہ والی آیت میں تقابل موت اور حیات کا نہیں کہ غامدی صاحب کے استدلال کے لیے قرینہ بن سکے بلکہ موجودگی اور عدم موجودگی کا ہے کیونکہ الفاظ ''ما دمت فيهم ''کے ہیں''مادمت حيا '' کے الفاظ نہیں جو غامدی کے موقف کے برعکس اس بات پر مشعر ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کوئی زمانہ ایسا بھی ہوگا جس میں آپ ان کے اندر موجود نہ ہوں اور زندہ ہوں۔بہرحال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قربِ قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام صحابہ کرامؓ، تابعین اور پوری امت اسلامیہ کا متفق علیہ اور قطعی متواتر عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے۔

اسی طرح حضرت مہدی کا قربِ قیامت میں ظہور صحیح احادیث اور اجماعِ امت سے ثابت شدہ مسئلہ ہے اس بارے میں وارد احادیث کو بعض علماء نے ''متواتر'' قرار دیا ہے۔اس عقیدے کے انکار سے بھی کفر لازم آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے عقائد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ، ان میں بھی ''علامات قیامت'' کے ذیل میں ظہورِ مہدی کا عقیدہ ذکر کیا گیا ہے اور علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل رسائل بھی تالیف فرمائے ہیں (مثلاً جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تصنیف ''العرف الوردى فى

ظھور المھدی ")۔لہٰذا ایسی خبر جو احادیث متواترہ میں ذکر کی گئی ہو اور جسے اہل سنت کے عقائد میں جگہ دی گئی ہو اس کا انکار کرنا پوری امت مسلمہ کو گمراہ اور جاہل قرار دینے کے مترادف ہے۔

"قال العلامةملا علی القاری رحمه الله: و فی المحیط من قال لفقیه یذکر شیئا من العلم او یروی حدیثا صحیحااو ثابتا لا موضوعا هذالیس بشئی کفر."

[شرح الفقه الاکبر،ص:۱۷۵، فصل فی العلم والعلماء]

"وبالجملة أن أحادیث ظهور المهدی قد بلغت فی الکثرة حد التواتر، و قد تلقاها الأمة بالقبول فیجب اعتقاده و لا یسوغ رده و إنکاره......الخ."

[التعلیق الصبیح شرح مشکوٰة المصابیح،ج:۴،ص:۱۹۸،طبع عثمانیہ لاہور]

حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اخبار آحاد سے کسی عقیدہ اور عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا، غامدی صاحب کا اپنا من گھڑت اصول ہے جس کا مقصد دین کی عمارت کو ڈھانے کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ متواتر احادیث تو صرف گنی چنی ہیں، اس کے علاوہ صحیح احادیث کا بیشتر ذخیرہ "اخبار آحاد" کے قبیل سے ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ہر معاملے کے فیصلے کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. (النساء:۵۹) دراصل غامدی صاحب ان منکرین حدیث کی فہرست میں پیش پیش ہیں جو اپنے باطل اور کفریہ نظریات کی ترویج میں احادیث کو رکاوٹ جانتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں نے حجیت حدیث کا انکار کیا ہے۔

جاوید احمد غامدی کا اجماع سے متعلق یہ کہنا کہا "دین کے مآخذ میں اجماع کا اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے اور قرآن وسنت کے نصوص میں اس کے لئے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جاسکتی" اس قسم کی بات کہنے سے قبل غالباً اس نے قرآن وسنت میں غور کرنا گوارا نہیں کیا ہوگا۔ قرآنی آیت "وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَاتَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"۔ [النساء:۱۱۵] اجماع کی حجیت پر واضح ہے۔ حدیث نبویؐ: "عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَايَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْقَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ"۔ [ترمذی] سمیت متعدد احادیث اجماع کی حجیت پر دلالت کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اجماع کو ادلہ اربعہ میں سے باقاعدہ دلیل کے طور پر فقہ کا ماخذ تسلیم کرلیا گیا ہے اور اس کے منکر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی اجماع قطعی کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائیگا، بعض اصولیین نے یہ تفریق کی ہے کہ اگر ضروریات دین پر اجماع ہوا ہو اور وہ عوام

وخواص کے درمیان متعارف ہوتو ان کا منکر کافر ہوگا؛ لیکن جو اجماع اس قبیل سے نہ ہوتو اس کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جائیگا، جیسا کہ بعض مسائل وراثت پر اجماع ہوا ہے۔ اور فخر الاسلام بزدویؒ کا کہنا ہے کہ صحابہؓ کا جس مسئلہ پر اجماع ہوا ہو اس کا کوئی انکار کرے جیسے مانعینِ زکوٰۃ سے قتال وغیرہ تو اس کو کافر شمار کریں گے اور صحابہ کرامؓ کے بعد کے لوگوں کا اجماع کا کوئی منکر ہو تو وہ گمراہ اور ضال ہوگا۔[الموسوعة الفقهية :۴۹/۲،وزارة الاوقاف،کویت]اس لیے غامدی صاحب کا اجماع سے بالکلیہ انکار بھی کفر کو مستلزم ہے۔

جاوید غامدی کو ان کے مذکورہ بالا عقائد کے پیش نظر مذہبی پیشوا بنانا، ان سے شرعی سوالات کرنا یا ان کے گروہ میں شمولیت اور اس کے ادارے کی رکنیت حاصل کرنا، عوام الناس کے لئے ان کے بیانات سننا، ان کے تلامذہ و متبعین کی تحریرات پڑھنا سخت گناہ ہے اور ان کے نظریات وخیالات کی تائید یا ترویج واشاعت کرنے والوں کا حکم بھی جاوید غامدی کی طرح ہے۔ واللہ العاصم عن الشرور والفتن۔

☆......☆......☆......☆

حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانے میں اُن کا نزول ''ضروریاتِ دین'' میں سے ہے، جو نص کتاب اور سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ میں اپنی کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں وضاحت کر چکا ہوں۔

اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا یا اس کی ایسی تاویل کرنا جو تواتر کے خلاف ہو، صریح کفر ہے۔''

(مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم)

''عقیدہ نزول عیسیٰ پر امت محمدیہ کا سلفاً وخلفاً اتفاق ہے، اس پر ایمان واجب ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ اور ضروریاتِ دین میں تاویل معتبر نہیں بلکہ کفر کے مترادف ہے۔''

(محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔ فتاویٰ ختم نبوت جلد دوم)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء کا عقیدہ ''ضروریاتِ دین'' میں شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین، حضرات فقہاء اسلام، حضرات محدثین، حضرات مفسرین کرام اور حضرات صوفیاء عظام رحمہم اللہ وغیرہم سبھی بزرگانِ دین اس عقیدہ کو 'عقائد' اور ''ایمانیات'' میں شامل کرتے ہیں اور صریح اور واضح الفاظ میں اس کو 'حق' اور 'ایمان' کہتے ہیں۔''

(امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔ توضیح المرام: ص:۱۹)

جاوید غامدی اور اس کے متعلقین کا شرعی حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرعِ متین: جاوید احمد غامدی کے بارے میں، جس کے مذکورہ ذیل عقائد وخیالات ہیں اور اِن کی دعوت واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہے، شریعت محمدی علی صاحبها الصلوۃ والسلام کی رُو سے اس کا کیا حکم ہے؟

۱......حیات ونزول عیسیٰ کا منکر ہے۔ کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

[اشراق مئی ۲۰۰۸ء، ص:۲۶]

۲......ظہورِ مہدی کا بھی منکر ہے، کہتا ہے کہ قیامت کے قریب کوئی مہدی نہیں آئے گا۔ (اگر کوئی مہدی تھا تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے۔ جو گزر گئے۔) [میزان، علامات قیامت، ص:۱۷۷، طبع مئی ۲۰۱۴]

۳......(مرزا غلام احمد قادیانی) غلام احمد پرویز سمیت کسی کو بھی کافر تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ کسی بھی امتی کو کسی کی تکفیر کا حق نہیں ہے۔ [اشراق، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص:۶۷......جنوری ۲۰۱۰ء، ص:۶۳]

۴......حجیت حدیث کا منکر ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ حدیث سے دین میں کسی عمل یا عقیدے کا اضافہ بالکل نہیں ہوسکتا۔ حدیث شریف اور سنت رسول سے قرآن پاک کی تخصیص وتحدید کا بھی منکر ہے۔ کہتا ہے: حدیث مبارکہ میں جو چیز (اس کے) علم وعقل کے مسلمات کے خلاف ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

[میزان، ص:۱۵۔۶۱۔۶۲، طبع مئی ۲۰۱۴ء]

۵......سنت کے قبول کے لیے بھی قرآن پاک کی طرح تواتر کی شرط لگاتا ہے۔ اُس کے نزدیک سنتوں کی کل تعداد صرف ۲۷/ ہے۔ باقی تمام سنتوں کا منکر ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اعمال، نفلی عبادات، مرغوب طعام، لباس وغیرہ کی سنیت کا منکر ہے۔ [میزان، ص:۱۴۔۲۵۔۵۷۔۵۸۔۶۰]

۶......ڈاڑھی کو سنت اور دین کا حصہ نہیں مانتا۔ [مقامات، ص:۱۳۸، طبع نومبر ۲۰۰۸]

۷......اجماع کا منکر ہے اور اسے ''دین میں بدعت کے اضافے'' سے تعبیر کرتا ہے۔

[اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۲]

۸......مرتد کی شرعی سزا کا بھی منکر ہے۔ کہتا ہے: وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔ [اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۵۹]

۹......محصن زانی کے لیے رجم کو اور شراب نوشی کی شرعی سزا کو حد تسلیم نہیں کرتا۔ [برہان، ص:۳۵

تا۱۴۶،طبع فروری۲۰۰۹ء]

۱۰......کہتا ہے کہ اسلام میں ''فساد فی الارض'' اور ''قتل نفس'' کے علاوہ کسی بھی جرم کی سزا قتل نہیں ہوسکتی۔[برہان،ص:۱۴۶،طبع فروری۲۰۰۹ء]

۱۱......قرآن پاک کی صرف ایک قراءت مانتا ہے،باقی قراءتوں کو عجم کا فتنہ قرار دیتا ہے۔

[میزان،ص:۳۲،طبع اپریل۲۰۰۲ء......بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد مدظلہ]

۱۲......تمام فقہاء کرام کی آراء کو اپنے علم وعقل کی روشنی میں پرکھنے کا قائل ہے۔

[سوال وجواب،ہٹس ۷۲۷،۱۹جون۲۰۰۹]

۱۳......ہر آدمی کو اجتہاد کا حق دیتا ہے۔اور کہتا ہے کہ اجتہاد کی اہلیت کی کوئی شرائط متعین نہیں،جو سمجھے کہ اسے تفقہ فی الدین حاصل ہے وہ اجتہاد کرسکتا ہے۔

[سوال وجواب،ہٹس ۶۱۲،تاریخ اشاعت:۱۰مارچ۲۰۰۹ء]

۱۴......غلبۂ دین کے لیے (اقدامی) جہاد کا منکر ہے۔کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد غلبہ دین کی خاطر جہاد ہمیشہ کے لیے ختم ہے۔[اشراق،اپریل۲۰۱۱ء،ص:۲]

۱۵......تصوف کو عالم گیر ضلالت قرار دیتا ہے۔اور اسے اسلام سے متوازن ایک الگ دین کہتا ہے۔[برہان،ص:۱۸۱تا۲۱۰،طبع ششم،فروری۲۰۰۹ء]

۱۶......حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور یزید کو بہت متحمل مزاج اور عادل بادشاہ کہتا ہے۔ نیز واقعۂ کربلا کو سو فیصد افسانہ قرار دیتا ہے۔[بحوالہ غامدیت کیا ہے؟ از مولانا عبدالرحیم چاریاری،ص:۶۳]

۱۷......مسلم وغیر مسلم اور مرد وعورت کی گواہی میں فرق کا قائل نہیں ہے۔سب کی گواہی کو یکساں کہتا ہے۔[برہان،ص:۲۵تا۳۴،طبع ششم،فروری۲۰۰۹ء]

۱۸......کہتا ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست کو تبدیلی کا حق حاصل ہے۔

[اشراق،جون۲۰۰۸ء،ص:۷۰]

۱۹......یہود ونصاریٰ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو ضروری قرار نہیں دیتا۔کہ اِس کے بغیر بھی اُن کی بخشش ہوجائے گی۔[ایضًا]

۲۰......موسیقی کو فی نفسہ جائز کہتا ہے۔[اشراق،فروری۲۰۰۸ء،ص:۶۹......مارچ،۲۰۰۹ء]

۲۱......بت پرستی کے لیے بنائی جانے والی تصویر یا مجسمے کے علاوہ ہر قسم کی تصویروں کو جائز کہتا ہے۔[اشراق،مارچ،۲۰۰۹ء،ص:۶۹]

۲۲......بیمہ کو جائز قرار دیتا ہے۔[اشراق،جون۲۰۱۰ء،ص:۲]

۲۳......یتیم پوتے کو دادے کی وراثت کا حقدار کہتا ہے۔ مرنے والی کی وصیت کو ایک ثلث تک محدود نہیں مانتا۔ نیز وارثوں کے حق میں بھی وصیت کو درست مانتا ہے۔

[اشراق، مارچ ۲۰۰۸ء، ص:۶۳......جون، ۲۰۱۱ء، ص:۲......مقامات، ص:۱۴۰، طبع نومبر ۲۰۰۸]

۲۴......سور کی نجاست کو صرف گوشت تک محدود کرتا ہے۔ اس کے بال، ہڈیوں، کھال وغیرہ سے دیگر فوائد اٹھانے کو جائز کہتا ہے۔ [اشراق، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص:۷۹......بحوالہ: غامدیت کیا ہے؟، ص:۶۰]

۲۵......غامدی کا یہ بھی نظریہ ہے کہ: سنت صرف دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا۔ اور یہ قرآن سے مقدم ہے۔ (لہٰذا اگر کہیں قرآن کا ٹکراؤ دین ابراہیمی کی اس روایت سے ہو جائے تو قرآن کے بجائے اسی کو ترجیح ہوگی۔ اور دین ابراہیمی کی روایت سے غامدی کی مراد یہود و نصاریٰ کا متواتر فکر و عمل ہے۔ [ناقل]) [میزان، ص:۱۴۔۴۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء]

(۱)......جاوید غامدی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ مسلمان ہے یا کافر......اگر مسلمان ہے تو اہل سنت میں سے ہے یا ضال و مضل؟

(۲)......اس کو مذہبی و دینی پیشوا بنانا اور اس سے شرعی احکام کے متعلق سوالات کرنا کیسا ہے؟

(۳)......اس کے نظریات وخیالات کی تائید یا ترویج واشاعت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۴)......اس کے گروہ میں شمولیت اور اس کے ادارے کی رکنیت حاصل کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۵)......عوام الناس کے لیے اُس کے بیانات سننا یا اُس کی اور اس کے تلامذہ و متبعین کی تحریریں پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی......حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

(نوٹ: استفتاء کے ساتھ بڑے سائز کے تقریباً بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل جاوید احمد غامدی اور اس کے تلامذہ کی تحریرات اور ان کے تفصیلی حوالہ جات بھی ارسال کیے گئے تھے۔ [عدیل])

مولانا مفتی حمید اللہ جان کا فتویٰ

الجواب باسم ملک الوهاب

بشرط صحتِ سوال یہ شخص زندیق ہے اور اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ناجائز ہے۔

''الثاني: أنه قد تواتر، وانعقد الإجماع على نزول عيسى بن مريم عليه السلام، فتأويل هذه وتحريفه كفر ايضًا. وقد قال فى ''روح المعانى'' - وهو من محققى المتأخرين: إن من لم يقل بنزوله فقد أكفره العلماء، وهو على القاعدة فى إنكار ما تواتر فى الشرع.''[إكفار الملحدين فى ضروريات الدين:۱۱]

قال: التفتازاني في "مقاصد الطالبين في أصول الدين": الكافر إن أظهر الإيمان خص باسم "المنافق"، وإن كفر بعد الإسلام "فبالمرتد"، وإن قال بتعدد الآلهة "فبالمشرك"، وإن تدين ببعض الأديان "فبالكتابي"، وإن أسند الحوادث إلى الزمان واعتقد قدمه" "فالبدهري"، وإن نفى الصانع فبالمعطل، وإن أبطن عقائدهي بالإنفاق "فبالزنديق".......وقال في شرحه: قد ظهر أن "الكافر" اسم لمن لا إيمان له، فإن أظهر الإيمان خص باسم المنافق، وإن طرأ كفره بعد الإسلام خص باسم المرتد، لرجوعه عن الإسلام، وإن قال بإلٰهين أو أكثر. خص باسم المشرك، لإثباته الشريك في الألوهية، وإن قان متدينًا ببعض الأديان والكتب المنسوخة، خص باسم الكتابي، كاليهودي والنصراني، وإن كان يقول بقدم الدهر وإسناد الحوادث إليه، خص باسم الدهري، وإن كان لا يثبت الباري تعالى خص باسم المعطل، وإن كان مع اعترافه بنبوة النبي – صلى الله عليه وسلم – وأظهار شعائر الإسلام يبطن عقائد هي كفر بالإتفاق، خص باسم الزنديق، وهو في الأصل منسوب إلى الزند، اسم كتاب أظهر مزدك في أيام قباد، وزعم أنه تأويل كتاب المجوس الذي جاء به زرادشت الذي يزعمون أنه نبيهم. قوله: "المعروف"اه.فإن الزنديق يموه كفره، ويروج عقيدته الفاسدة، ويخرجها في الصورة الصحيحة، وهذا معنى إبطان الكفر، فلا ينافي إظهاره الدعوى إلى الضلال، وكونه معروفًا بالإضلال.اه[إكفار الملحدين في ضروريات الدين:۱۲]

والله تعالىٰ أعلم بالصواب......كتبه دين محمد عفى عنه

دارالإفتاء والإرشاد جامعة الحميد لاهور.......۲۹/جمادى الأولىٰ ١٤٣٦ه

الجواب صحیح......حمیداللہ جان عفی عنہ

☆......☆......☆......☆

دار الافتاء والتحقیق لاہور کا فتویٰ

بسم الله حامدا ومصليا

جاوید غامدی اور اس کے پیروکار سب ہی سخت گمراہ لوگ ہیں۔ان کے خلاف تقریری یا تحریری طریقوں سے عوام کو آگاہ کرنا اور ان کے نظریات وافکار کا تقریری اور تحریری مقابلہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔فقط واللہ اعلم

عبدالواحد غفرلہ......رئیس دارالافتاءوالتحقیق، متصل جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور

۱۴/ربیع الاول۱۴۳۶ھ......فتویٰ نمبر:۱۹۳/۷

☆......☆......☆......☆

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کا فتویٰ

الجواب باسم ملهم الصواب

صورتِ مسئولہ میں جاوید احمد غامدی کے عقائد ونظریات جو کہ استفتاء کے ساتھ لف ہیں۔اُن کا بغور مطالعہ کیا اور بعض حوالہ جات کا اُس کی اصل کتابوں سے موازنہ بھی کیا۔اُس کے اِن عقائد ونظریات مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی

(۱)اس کے بعض نظریات کفریہ ہیں۔مثلاً قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار،بعض سنتوں کے سنیت کا انکار،احادیث کا انکار۔

(۲)بعض نظریات الحادی ہیں۔

(۳)اس کے نظریات میں جابجا قرآنی تصریحات کا انکار،احادیثِ متواترہ اور مسائلِ اجماعیہ کا انکار واضح ہوتا ہے۔

لہٰذا اِن عقائد کا حامل شخص دائرہ اسلام سے خارج،ضال اور مضل اور کفریہ عقائد کا مالک ہے۔ ایسے شخص کی پیروی کرنا اور اس کو مقتداء اور پیشوا ماننا اور داعی اسلام سمجھنا اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے۔اِس سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بچانا فرض ہے۔

هذاماعندی والله أعلم بالصواب

حررہ:محمد یوسف

دارالافتاء دارالعلوم مدنیہ بہاولپور......۸/۳/۳۶ھ

الجواب صحیح......احمد سفیان

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور......۹/۰۳/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح......عطاء الرحمٰن

(رئیس دارالافتاء ومدیر وشیخ الحدیث:) دارالعلوم مدنیہ بہاول پور......۸/۳/۳۶

☆......☆......☆......☆

جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کا فتویٰ

الجواب وهوالعليم

جاوید احمد غامدی یا اس کے تلامذہ کی کتابوں کے جو اقتباسات آپ نے نقل کیے ہیں،اگر سیاق

وسباق سے ان کا کوئی دوسرا مطلب نہیں ہوجاتا اور مصنف کی مراد بھی وہی ہے جو الفاظ سے ظاہر ہے تو یہ نہایت گمراہ کن عبارات ہیں، جو اسلام کے مسلمہ ومتفقہ اصولوں کے خلاف ہیں، ان کا پڑھنا نہایت خطرناک ہے۔ اِن میں سے بعض نظریات تو خالصتاً کفر ہیں، مثلاً: نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تواتر سے ثابت ہے، چنانچہ علامہ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس کی صراحت کی ہے:

"وانه ينزل يوم القيامة كمادلت عليه الأحاديث المتواترة الخ"

[تفسیر ابن کثیر: ۱۴۲/۲ بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۰/۳]

حافظ ابن حجرؒ نے ابوالحسن آبریؒ سے تواتر کا قول نقل کیا ہے۔ علامہ شوکانیؒ کا ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر ہے: "التوضيح فی تواترماجاء فی المنتظر والدجال والمسيح"۔ علامہ ابن حزمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الفصل فی الملل والنحل" میں صاف لکھ دیا ہے کہ عقیدۂ نزول تواتر سے ثابت ہے۔

[بحوالہ قادیانیت مطالعہ وجائزہ: ۵۸ مصنفہ ابوالحسن علی ندویؒ]

عقیدہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری ہے، اِس کا انکار کفر ہے اور اِس کی تاویل کرنا زیغ وضلال اور کفر والحاد ہے: "فالإيمان بهاواجب، والإنكارعنهاكفر، والتاويل فيهازيغ وضلال وإلحاد" [مقدمہ عقیدۃ الاسلام: ۳۳ بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۰/۳]

لہٰذا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا منکر اجماعی عقیدہ کا منکر ہے اور احادیثِ متواترہ کا منکر ہے، تاویلات کے ذریعے بھی دفاع ممکن نہیں۔

باقی تمام نظریات بھی جمہور امت کے نظریات کے خلاف ہیں، موصوف قرآنی آیات اور احادیث میں مَن گھڑت تاویلات کا قائل ہے، اِس وجہ سے مذکورہ شخص ضال ومضل، ملحد وبے دین ہے۔ اس کو مذہبی پیشوا سمجھنا، اس سے شرعی احکامات کے متعلق سوال کرنا، اس کے نظریات وخیالات کی ترویج واشاعت کرنا، عوام الناس کے لیے اس کی یا اس کے تلامذہ کی کتابیں اور تحریریں پڑھنا یا بیانات سننا ناجائز اور حرام ہے اور عقائد ونظریاتِ اسلامی کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم۔ هذاماعندى والله أعلم بالصواب۔ کتبہ: محمد معین الدین غفرلہ

الجواب حق صحيح والحق احق أن يتبع

ابواکرام محمد ارشاد الحق غفرلہ......رئیس دارالافتاء وشیخ الحدیث: بجامعۃ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی

☆......☆......☆......☆

جامعۃ الرشید کراچی کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب سے پہلے بطورِ تمہید چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:

انسان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم ہے اور صراطِ مستقیم قرآن کی رو سے انعام یافتہ جماعت کا راستہ ہے، یعنی صحابہ کرام، پھر تابعین، پھر تبع تابعین پھران سے نقل کرنے والی جماعت، اِس طرح قیامت تک بالمشافہہ صحیح طریق کو حاصل کرنے والی جماعت کا راستہ صراطِ مستقیم ہے، اِس کے خلاف جملہ طرق ضلالت و گمراہی کے راستے ہیں۔ حدیث میں "ما أنا علیه و أصحابی" اور "علیكم بالسواد الأعظم" سے بھی اسی جماعت کے راستے کی حقانیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی حفاظت کرتی رہے گی اور اس راستہ کی تعیین بھی یہی جماعت کرے گی۔ لہٰذا صراطِ مستقیم پر چلنے اور دین کے فہم و تفہیم میں اِس جماعت کی تابعداری ضروری ہے، اِس جماعت سے مستغنی ہو کر ہم قرآن وحدیث سمجھنے کے مجاز نہیں۔

اِس پرفتن دور میں جہاں اسلام کے خلاف مختلف طریقوں سے سازشیں کی جارہی ہیں وہاں ایک بڑا فتنہ ''تجدد پسندی'' کا بھی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو جماعت کے راستے سے ہٹا کر اور تقلید کا انکار کر کے کسی طرح مذہبی آزادی دے دی جائے، جس کے بعد وہ جس طرح چاہیں آزادانہ زندگی بسر کرسکیں۔ اسلام کو بعینہ و بتمامہ مانتے ہوئے یہ آزادی حاصل نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے انھوں نے ''تجدیدِ دین'' کے نام سے نت نئے طریقے ایجاد کرنے شروع کر دیے۔ یہ رات دن مسلماتِ دین میں سے ایسے مسائل کریدتے ہیں جن میں تلبیس کر کے ہمدردانہ لہجے، ادبی تحریروں اور لفاظی کی ملمع سازی کر کے سادہ لوح عوام کے سامنے سنتِ نبوی اور چودہ سوسالہ نظامِ شریعت واجماعِ امت کا تمسخر اڑایا جاسکے۔ یہ لوگ قرآن فہمی وحدیث دانی کے لیے ہر کس و ناکس کی عقل و فہم کو کافی کہہ کر اور ہر شخص کو ''اجتہاد'' کا حق دے کر اسلاف کی تعبیر و تشریح سے بیزار کرنے، امت کا اپنے شاندار ماضی سے رشتہ توڑنے اور اسلاف سے اعتماد اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان متجددین نے مغربی تہذیب سے متاثر و مرعوب ہو کر ان احکام میں شکوک و شبہات پیدا کیے جو مغربی افکار و تہذیب کے خلاف تھے، ان میں طرح طرح کی تاویلیں کر کے انھیں غیر لازم قرار دیا اور دین کو

اتنا سہل کر دیا ہے کہ داڑھی منڈاتے ہوئے، غیر شرعی لباس پہنتے ہوئے، اسبالِ ازار کرتے ہوئے اور موسیقی سنتے ہوئے بھی آدمی نیک ومتقی دیندار بن سکتا ہے۔ جب بھی اہلِ مغرب نے اسلام کے کسی حکم پر اعتراض کیا، انھوں نے حکم کو صحیح قرار دے کر اعتراض کا جواب دینے کے بجائے اس حکم میں کتر وبیونت کی اور اس حکم سے مسلمانوں کو دور کر کے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔

اسی تجدد پسندی والحاد فکری سلسلے کی ایک کڑی دورِ حاضر میں ''جاوید احمد غامدی'' ہیں جو اپنی عقل و فہم کی روشنی میں دین کو سمجھنے کا دعوی کر کے دین کا چہرہ مسخ کرنے میں گزشتہ فتنوں سے کئی گنا آگے ہیں، ان کو کسی تعمیری عنوان یا اصلاحی موضوع سے کوئی سروکار نہیں، ان کا سارا زور مسلمہ احکام میں تشکیک وشبہات پھیلانے پر ہے۔ موصوف نے مجتہد مطلق بن کر اجتہاد واستنباط کی ''اصول سازی'' بھی اپنے ہاتھ میں لی ہوئی ہے، من مانے اصول مقرر کر کے ان پر اپنے نظریات وافکار کی بنیاد رکھی ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''میزان'' جس کے دیباچہ میں انھوں نے لکھا ہے: ''کم وبیش ربع صدی کے مطالعہ وتحقیق سے میں نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے اس کتاب میں لکھ دیا ہے''۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ''اصول ومبادی'' کے عنوان کے تحت انھوں نے دین وشریعت کے وہ اصول لکھے ہیں جو ان کے مخترع ہیں اور اولاً اپنے ان اصول پر سارے مذہب کی بنیاد رکھی، پھر جہاں تجدد پسندی وآزاد خیالی کی راہ میں ان من گھڑت اصول سے ہی کوئی رکاوٹ پیش آئی وہاں ان اصول سے بھی انحراف کیا۔

جس طرح اُصول میں انھوں نے جمہور اہل سنت کی مخالفت کی ہے، اِسی طرح ان پر مبنی عقائد و احکام میں بھی اہل سنت کے متفقہ واجماعی مسلمات سے انحراف کیا ہے۔ چنانچہ ان کے چند اصول اور عقائد و احکام میں اہل سنت کی مخالفت کا کچھ تجزیہ دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، ان اصول واحکام سے متعلق غامدی صاحب کی اصل عبارات اور حوالہ جات استفتاء (سے ملحقہ صفحات [ناقل]) میں مذکور ہیں، اس لیے تطویل سے بچنے کے لیے جواب میں ان طویل عبارات کو ذکر نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کی طرف اشارے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ مگر قارئین کو یہ اطمینان ہونا چاہیے کہ یہ تجزیہ ان عبارات کا اصل کتب اور رسائل سے تقابل کر کے اور ان کے متعلقہ پورے مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔

مأخذِ شریعت اور حجیتِ اجماع:

غامدی صاحب کے نزدیک مأخذ شریعت صرف قرآن، سنت اور اجتہاد ہیں، اجماع' فقہاء کی طرف سے اضافہ اور بدعت ہے۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ماخذِ شریعت چار ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاسِ شرعی۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کی طرف ایک خط میں اِن چار اصولوں کو بیان کیا ہے:

عن شريح، أنه كتب إلى عمرؓ يسأله، فكتب إليه: " أن اقض بما في كتاب الله، فإن لم يكن في كتاب الله فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن لم يكن في كتاب الله، ولا في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاقض بما قضى به الصالحون، فإن لم يكن في كتاب الله، ولا في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يقض به الصالحون، فإن شئت فتقدم، وإن شئت فتأخر، ولا أرى التاخر إلا خيرا لك. [سنن النسائی:8/ 231]

ترجمہ: قاضی شریح نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں قضاء کے بارے میں رہنمائی چاہی تو حضرت عمر نے ان کو جوابا یہ لکھا کہ: ''تم کتاب اللہ سے فیصلہ کرو، اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کرو، اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول میں نہ ہو تو نیک لوگوں کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب اللہ و سنتِ رسول میں نہ ہو اور نیک لوگوں نے بھی اس کے بارے میں کوئی رائے نہ دی ہو تو اب اگر تم چاہو تو آگے بڑھو (یعنی اجتہاد کرو) اور اگر چاہو تو رک جاؤ، لیکن میرے خیال میں تمہارا رک جانا تمہارے حق میں بہتر ہے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ ماخذ شریعت کے متعلق لکھتے ہیں:

اعلم بأن الحجج أربعة: الكتاب والسنة والإجماع والقياس.

[أصول السرخسي: 2/ 65]

ترجمہ: جان لو کہ (شریعت کے) دلائل چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

علامہ ابن ہمام اور ابن امیر حاج ادلہ اربعہ کو بیان کرتے ہیں:

(أدلة الأحكام) الشرعية (الكتاب والسنة والإجماع والقياس) وقد يوجه بأن الدليل الشرعي إما وحأ أو غيره، والوحي إما متلو فهو الكتاب، أو غير متلو فهو السنة، وغير الوحي إما قول كل الأمة من عصر فهو الإجماع وإلا فالقياس.

[التقرير والتحبير على تحرير الكمال: 2/ 212]

ترجمہ: احکامِ شرعیہ کے دلائل کتاب، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔ اس کی توجیہ اس طرح کی جاتی ہے کہ دلیلِ شرعی وحی ہوگی یا غیرِ وحی، پھر وحی متلو ہوگی تو وہ کتاب ہے، یا غیر متلو ہوگی تو سنت ہے۔ پھر غیرِ وحی یا تو ایک زمانے کے تمام لوگوں کا قول ہوگا تو وہ اجماع ہے، ورنہ (یعنی تمام کا قول نہ تو) قیاس ہے۔

علامہ ابن حزم ادلہ اربعہ پر اہل سنت کا اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واتفقوا أنه لا يحل لأحد أن يحلل ولا أن يحرم ولا أن يوجب حكما بغير دليل من قرآن أو سنة أو إجماع أو نظر. [مراتب الإجماع: 175]

ترجمہ: علماءِ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرآن، سنت، اجماع یا نظر (قیاس) سے دلیل کے بغیر (کسی چیز کو) حلال یا حرام قرار دے یا کسی حکم کو ثابت قرار دے۔

حجیتِ اجماع کے دلائل:

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اجماع مستقل حجت اور دلیل شرعی ہے، اس پر قرآن کی آیت اور کئی احادیث دلالت کرتی ہیں:

قال الله عزَّ وجلَّ: (وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعدِ مَا تَبَينَ لَهُ الهدَى وَيَتَّبِع غَيرَ سَبِيلِ المُؤمِنِينَ نُوَلِّه مَا تَوَلَّى وَنُصلِهِ جَهنَّمَ وَسَاء ت مَصِيرًا. [النساء: 115]

ترجمہ: اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر واضح ہو چکا ہو، اور سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے گا تو ہم اس کو (دنیا میں) جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور (آخرت میں) اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

عن ابن عمرؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الله لا يجمع أمتى – أو قال: أمة محمد صلى الله عليه وسلم – على ضلالة، ويد الله مع الجماعة، ومن شذ شذ إلى النار."[سنن الترمذى: 4/ 466]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا فرمایا) امتِ محمد کو کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا۔

حدثنى أبو خلف الأعمى، قال: سمعت أنس بن مالك، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إن أمتى لا تجتمع علأ ضلالة، فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم. [سنن ابن ماجه: 2/ 1303]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی، پس جب تم لوگوں میں اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم (مسلمانوں کی بڑی جماعت) کو لازم پکڑو۔

علامہ ابن حزم حجیتِ اجماع کے متعلق لکھتے ہیں:

إن الإجماع قاعدة من قواعد الملة الحنيفية يرجع إليه ويفزع نحوه ويكفر من خالفه إذا قامت عليه الحجة بأنه إجماع ...... ومن شرط الإجماع الصحيح أن يكفر من خالفه بلا اختلاف بين أحد من المسلمين فى ذلك.[مراتب الإجماع : 7]

ترجمہ: یقیناً اجماع ملتِ حنیفیہ کے قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے

اور اسی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ جب اس کے اجماع (قطعی) ہونے پر حجت قائم ہو جائے تو اس کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی... اجماعِ صحیح (قطعی) کی شرط ہے کہ اس کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی، اس میں مسلمانوں میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ایک اور مقام پر حجیتِ اجماع پر اتفاق نقل کرتے ہیں:

وَاتَّفَقُوا على وجوب الحكم بِالقُرآنِ وَالسّنة والإجماع.[مراتب الإجماع : 50]

ترجمہ: علماء امت کا قرآن، سنت اور اجماع سے حکم کے ثبوت پر اتفاق ہے۔

قرآن کریم کی ایک سے زائد قراءات:

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے۔ جبکہ اہل سنت کے نزدیک قراءت کی مختلف نوعیّتوں کے اعتبار سے ایک سے زائد قراءات ہیں جو متواتر سندوں کے ساتھ منقول ہیں اور مصحفِ عثمانی میں ان کی رعایت رکھی گئی ہے۔ غامدی صاحب نے علامہ زرکشی اور علامہ سیوطی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ قراءت کا اختلاف نبی ﷺ کی وفات سے پہلے ''عرضہ اخیرہ'' میں منسوخ ہو گیا تھا۔ جبکہ ان حضرات نے تصریح کی ہے کہ ابتدا اسلام میں مختلف قبائل کو دشواری کی وجہ سے مترادفات کے ساتھ پڑھنے کی جو اجازت تھی وہ منسوخ ہوئی ہے، اور جو موجودہ اختلاف ہے یہ قراءت کی مختلف نوعیّتوں اور لہجوں کا اختلاف ہے، یہ نازل شدہ اور مصحفِ عثمانی کے مطابق ہے، اس پر ان دونوں حضرات نے اجماع و اتفاق نقل کیا ہے:

عن ابن عباس رضى الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:"أقرأني جبريل على حرف، فلم أزل أستزيده حتى انتهى إلى سبعة أحرف."

[صحيح البخارى: 4/ 113]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل (علیہ السلام) نے مجھے قرآن ایک حرف (قراءت) کے مطابق پڑھایا، پھر میں برابر مزید (قراءتوں کے مطابق پڑھنے کی) اجازت طلب کرتا رہا تو وہ اجازت دیتے رہے، یہاں تک کہ سات حرفوں (قراءتوں) تک پہنچ گئے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ ان قراءات پر امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

القراءات السبع التى قرأها القراء السبعة فإنها كلها صحت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الذى جمع عليه عثمان المصحف وهذه القراءات السبع اختيارات أولئك القراء فإن كل واحد اختار فيما روى وعلم وجهه من القرائة ما هو الأحسن عنده والأولى ولزم طريقة منها ورواها وقرأ بها واشتهرت عنه ونسبت إليه فقيل حرف نافع وحرف ابن كثير ولم يمنع واحد منهم حرف الآخر ولا أنكره بل سوغه وحسنه وكل واحد من هؤلاء السبعة

روى عنه اختياران وأكثر وكل صحيح.

وقد أجمع المسلمون في هذه الأعصار على الاعتماد على ما صح عنهم وكان الإنزال على الأحرف السبعة توسعة من الله ورحمة على الأمة إذ لو كلف كل فريق منهم ترك لغته والعدول عن عادة نشئوا عليها من الإمالة والهمز والتليين والمد وغيره لشق عليهم.

[البرهان في علوم القرآن: 1/ 227]

ترجمہ: قراءِ سبعہ کی سات قراءات سب کی سب رسول اللہ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہیں، انہی پر حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے مصحف جمع کیا تھا۔ یہ سات قراءات ان قراء کی اختیار کردہ ہیں، ہر ایک نے اپنی روایت اور علم کے مطابق اولیٰ واحسن قراءت کو اختیار کیا، پھر اسی کو لازم پکڑا اور اسی کی روایت کی۔ اس سے یہ قراءت مشہور ہوئی تو اسی کی طرف منسوب ہوگئی، پھر کہا جانے لگا کہ نافع کی قراءت، ابن کثیر کی قراء ت۔ ان میں سے کسی نے دوسرے کی قراءت کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کی گنجائش رکھی اور اس کی تحسین کی۔ ان قراء میں سے ہر ایک سے دو یا زیادہ قراءات مروی ہیں جو سب صحیح ہیں۔

تحقیق ان زمانوں میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو صحیح قراءات ان سے منقول ہیں وہ معتمد ہیں اور سات حرفوں (قراءتوں) پر قرآن کا نزول اللہ کی طرف سے امت پر رحمت ووسعت ہے، کیونکہ اگر ہر ایک کو اپنی لغت چھوڑنے کا اور امالہ، مد وغیرہ میں اصلی عادت سے ہٹنے کا مکلّف بنایا جاتا تو ان کے لیے بہت مشقت ہوتی۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ ایک سے زائد قراءتوں کو بیان کرتے ہوئے سلف وخلف کا اتفاق ذکر کرتے ہیں:

كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح سندها فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها ولا يحل إنكارها بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين، ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أو عمن هو أكبر منهم. هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف، صرح بذلك الداني ومكي والمهدوي وأبو شامة وهو مذهب السلف الذي لا يعرف عن أحد منهم خلافه.

[الإتقان في علوم القرآن: 1/ 258]

ترجمہ: ہر وہ قراءت جو کسی طرح بھی عربیت اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے موافق ہو اور اس کی سند صحیح ہو، وہ صحیح قراءت ہے۔ جس کی تردید وانکار جائز نہیں، بلکہ وہ ان سات قراءتوں میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے۔ لوگوں پر ان قراءات کو قبول کرنا واجب ہے، چاہے ائمہ سبعہ سے منقول ہوں یا ائمہ عشرہ سے یا ان کے علاوہ ائمہ مقبولین سے۔ جب ان ارکانِ ثلاثہ میں سے کسی رکن میں خلل ہو تو

اس پر ضعیف، شاذ یا باطل کا اطلاق کیا جائے گا، چاہے وہ قراءِ سبعہ سے منقول ہو یا ان سے بھی بڑے سے۔ یہی بات محققینِ سلف وخلف کے نزدیک صحیح ہے، علامہ دانی، مکی، مہدوی اور ابوشامہ نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی سلف کا مذہب ہے جس کے متعلق کسی کا اختلاف منقول نہیں۔

قدیم صحائف کی حجیت:

غامدی صاحب کے نزدیک بنی اسرائیل اور گزشتہ انبیاء کے متعلق قرآن کے اشارات کی تفصیل کا ماخذ قدیم صحائف ہیں، تفسیر کی کتب میں جو روایات ہیں وہ بالکل قابلِ التفات نہیں، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قدیم صحائف اصلی حالت میں موجود نہیں، بلکہ تحریف شدہ ہیں، اس لیے ان سے قرآن کی تفسیر نہیں معلوم کی جاسکتی اور تفسیر میں جو صحیح روایات منقول ہیں ان کو قبول کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبی هريرةؓ، قال: كان أهل الكتاب يقرء ون التوراة بالعبرانية، ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا: (آمنا بالله وما انزل) [البقرة: 136] " الآية. [صحيح البخارى: 9/ 157]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اہلِ کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور یہ بات کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو نازل ہوا۔

عن جابر بن عبد الله، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء، فإنهم لن يهدوكم، وقد ضلوا، فإنكم إما أن تصدقوا بباطل، أو تكذبوا بحق، فإنه لو كان موسى حيًا بين أظهركم، ما حل له إلا أن يتبعني."

[مسند أحمد : 22/ 468]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہلِ کتاب سے کچھ نہ پوچھو، یقیناً وہ تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، ان سے پوچھ کر یا تو تم کسی باطل چیز کی تصدیق کر بیٹھو گے یا کسی حق بات کو جھٹلا دو گے۔ اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

سنت کا مفہوم ومصداق:

غامدی صاحب کے نزدیک سنت دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جو اجماع وتواتر سے ثابت ہو، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک سنت سے مراد ہمارے نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ثابت ہونے والا

طریقہ ہے جو صحیح طریق سے ثابت ہو، اس میں اجماع و تواتر کی شرط نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الاثیر جزری سنت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد تكرر في الحديث ذكر "السنة" وما تصرف منها. والأصل فيها الطريقة والسيرة. وإذا أطلقت في الشرع فإنما يراد بها ما أمر به النبي صلى الله عليه وسلم ونهى عنه وندب إليه قولا وفعلا، مما لم ينطق به الكتاب العزيز. ولهذا يقال في أدلة الشرع الكتاب والسنة، أي القرآن والحديث. [النهاية في غريب الحديث والأثر: 2/ 409]

ترجمہ: حدیث میں سنت اور اس کے متعلقات کا ذکر بار بار آیا ہے، اصل میں یہ طریقہ و سیرت کے معنی میں ہے۔ جب شریعت میں اس کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے اور جس سے منع کیا ہے اور جس کو قولا یا فعلا پسند فرمایا ہے جبکہ ان چیزوں کے بارے میں قرآن خاموش ہو۔ اسی وجہ سے ادلہ شرعیہ میں کتاب وسنت کہا جاتا ہے اور اس سے مراد قرآن اور حدیث ہوتے ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی سنت کے متعلق لکھتے ہیں:

(قوله بسنة) متعلق بقوله جائز. وهي لغة: الطريقة والعادة. واصطلاحا في العبادات النافلة، وفي الأدلة وهو المراد هنا ما روي عنه – صلى الله عليه وسلم – قولا أو فعلا أو تقريرا لأمر عاينة.[رد المحتار: 1/ 265]

ترجمہ: لغت میں سنت طریقہ اور عادت کو کہا جاتا ہے، اور اصطلاح میں عباداتِ نافلہ اور ادلہ شرعیہ میں وہ امور جو نبی اکرم ﷺ سے قولا، فعلا یا کسی معاینہ شدہ امر کی تقریر کے طور پر مروی ہوں۔

شمس الائمہ السرخسی سنت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرتے ہیں:

وأما السنة فهي الطريقة المسلوكة في الدين مأخوذة من سنن الطريق...... والمراد به شرعا ما سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة بعده. [أصول السرخسي: 1/ 113]

ترجمہ: سنت وہ طریقہ ہے جو دین میں اپنایا جاتا ہے، یہ سَنَن الطریق سے ماخوذ ہے...... اور شرعا اس سے مراد وہ طریقے ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے یا آپ کے بعد صحابہ کرام نے جاری کیا ہے۔

سنت کے مصداق میں عموم:

غامدی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کا کھانا، لباس وغیرہ، اسی طرح علم وعقیدہ یا شانِ نزول، تطوع نوافل وغیرہ اور بیانِ فطرت سنت میں شمار نہیں، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک آپ ﷺ کی زندگی کے تمام افعال بشرطیکہ آپ کی خصوصیت نہ ہوں سنت میں شامل اور قابلِ اتباع ہیں، اگرچہ بعض سننِ عادیہ ہیں مگر سنت میں شامل ہیں۔

قال الله تعالى: وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا. [الحشر: 7]

ترجمہ: اور جو کچھ رسول تمھیں دیں اس کو لے لو (اس کی اتباع کرو) اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله تعالى: "وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا" هذا يوجب أن كل ما أمر به النبي صلى الله عليه وسلم أمر من الله تعالى. والآية وإن كانت في الغنائم فجميع أوامره صلى الله عليه وسلم ونواهيه دخل فيها. وقال الحكم بن عمير- وكانت له صحبة- قال النبي صلى الله عليه وسلم: (إن هذا القرآن صعب مستصعب عسير على من تركه يسير على من اتبعه وطلبه. وحديثي صعب مستصعب وهو الحكم فمن استمسك بحديثي وحفظه نجا مع القرآن. ومن تهاون بالقرآن وحديثي خسر الدنيا والآخرة. وأمرتم أن تأخذوا بقولي وتكتنفوا أمري وتتبعوا سنتي فمن رضي بقولي فقد رضي بالقرآن ومن استهزأ بقولاً فقد استهزأ بالقرآن، قال الله تعالى: وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا.

[تفسير القرطبي: 18/ 17]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ نبی ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ یہ آیت اگرچہ غنائم کے متعلق نازل ہوئی مگر آپ ﷺ کے تمام اوامر ونواہی اس میں داخل ہیں۔ حکم بن عمیر جو صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے فرمایا: یہ قرآن مشکل ودشوار ہے اُس شخص پر جو اس کو چھوڑ دے اور آسان ہے اس کے لیے جو اس کی اتباع وطلب کرے۔ میری حدیث بھی مشکل ودشوار ہے، پس جس نے قرآن کے ساتھ میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑا اور یاد کیا وہ نجات پا جائے گا اور جس نے قرآن اور میری حدیث کا مذاق اڑایا وہ دنیا وآخرت میں خسارہ پائے گا۔ تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ میرے قول وامر کو قبول کرو اور میری سنت کی پیروی کرو، جو میرے قول سے راضی ہوا وہ قرآن سے راضی ہوا اور جس نے میرے قول کا استہزاء کیا اس نے قرآن کا استہزاء کیا۔

علامہ زمخشری مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأجود أن يكون عاما في كل ما أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم ونهى عنه، وأمر الفيء داخل في عمومه. [تفسير الكشاف: 4/ 503]

ترجمہ: سب سے اچھی بات یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر اس چیز میں جو رسول اللہ ﷺ دیں اور جس سے منع کریں۔

قال الله تعالى: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا. [الأحزاب: 21]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو اللہ پر اور

یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تمام افعال واحوال کو قابلِ اتباع قرار دیتے ہیں:

قوله تعالى: "أسوة"، الأسوة: القدوة. والأسوة ما يتأسى به، أي يتعزى به. فيقتدى به في جميع أفعاله ويتعزى به في جميع أحواله.[تفسير القرطبي: 14/ 155]

ترجمہ: اسوہ قدوہ کے معنی میں ہے۔ اسوہ وہ چیز جس کی اتباع واقتدا کی جائے، پس آپ کے تمام افعال کی اقتدا کی جائے گی اور تمام احوال کی پیروی کی جائے گی۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کا طریقہ ہے اور آپ کے اعمال کے ساتھ اقوال وتقریرات بھی سنت میں شامل ہیں۔ اس بحث میں یہ کہنا کہ ''ہر شخص کو اصطلاح مقرر کرنے کا اختیار ہے تو غامدی صاحب نے بھی سنت کی ایک اصطلاح قائم کی ہے۔'' درست نہیں، کیونکہ اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ اہلِ علم یا اہلِ فن کا طبقہ ایک لفظ کو مخصوص تصور کے لیے وضع کرے کہ جب بھی یہ لفظ بولا جائے گا تو یہی مفہوم مراد ہوگا۔ شریعت میں سنت کا ایک اصطلاحی مفہوم موجود ہے، جب بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے تو ہر مسلمان کے ذہن میں وہی مفہوم وتصور آتا ہے نہ کہ غامدی والا، لہٰذا اس معروف و مسلم مفہوم کی مخالفت کرکے نیا مفہوم مراد لینا ذہنی وفکری انتشار پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

اگر کسی نے اپنی اصطلاح وضع کرنی ہو تو وہ اپنے من گھڑت مفاہیم کو بیان کرنے کے لیے پرانی اصطلاحات کو استعمال کرکے تلبیس ودھوکا نہ دے، بلکہ ان کے لیے الگ ایسے الفاظ استعمال کرے جن کی وجہ سے مسلمہ اصطلاحاتِ شرعیہ پر کوئی اثر نہ پڑے، جبکہ غامدی صاحب سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کو تسلیم کرنے کا اقرار کرتے ہیں، اس سے ان کی مراد اپنا من گھڑت مفہوم ہوتا ہے جس کے دائرے سے سنن کی ایک بڑی تعداد خارج ہو جاتی ہے۔ اس طرح ایک شرعی اصطلاح کو بگاڑ کر سنت کو غیر سنت اور غیر سنت کو سنت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ الغرض سنت ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا مفہوم متعین ومسلم ہے، اس سے کوئی اور مفہوم مراد لینے کا کسی کو اختیار نہیں۔

دراصل غامدی صاحب نے یہ نئی اصطلاح مقرر کرکے سنت کو چھبیس چیزوں تک محدود کردیا ہے اور اس کے ساتھ قرآن کو ملا کر پورے دین کو انہی میں منحصر کردیا ہے۔ حالانکہ سنت سے ثابت شدہ عقائد واحکام کی کثیر تعداد ہے جن کا احصاء ممکن نہیں۔ سنت کو اس قدر محدود کرنے سے ان کی غرض یہی ہو سکتی ہے کہ من پسندی وسہولت کے لیے کسی چیز کو بھی اپنی مرضی سے دین سے خارج کیا جاسکے، چنانچہ وہ سنت سے ثابت شدہ احکام میں سے جس کو چاہتے ہیں ''فطرت''، ''تاریخ''، ''بحیثیتِ حاکم فیصلہ''، ''براہِ راست مخاطبین کے لیے

حکم'' کہہ کر دین سے خارج کر دیتے ہیں۔

خبرِ واحد کی حجیت:

غامدی صاحب کے نزدیک خبرِ واحد سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ نہیں ہوسکتا، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک خبرِ واحد جب صحیح ہو تو بالاتفاق مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفيهـا، أى الآحـاد الـمقبـول: وهو ما يجب العمل به عند الجمهور . . . لـكن إنما وجب الـعـمـل بـالـمقبول منها لأنها إما: أن يوجد فيها أصل صفة القبول، وهو ثبوت صدق الـنـاقـل. وأصـل صـفة الـرد، وهو ثبوت كذب الناقل. أو لا. فالأول: ايغلب على الظن صدق الـخبـر؛ لثبوت صدق ناقله، فيؤخذ به...... أنهم متفقون على وجوب العمل بكل ما صح، ولو لم يخرجه الشيخان. [شرح نخبة الفكر: 201]

ترجمہ: اخبارِ احاد میں بعض مقبول ہیں جن پر عمل کرنا جمہور کے نزدیک واجب ہے ...... ان (اخبارِ آحاد) میں سے مقبول پر عمل کرنا اس وجہ سے واجب ہے کہ یا تو اس میں صفتِ قبول پائی جائے گی اور وہ ناقل کے صدق کا ثبوت ہے، یا صفتِ رد پائی جائے گی اور وہ ناقل کے کذب کا ثبوت ہے، یا کوئی صفت نہیں ہوگی۔ پہلی صورت میں خبر کی صحت کا غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لہٰذا اس کو قبول کیا جائے گا... علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر صحیح حدیث پر عمل واجب ہے، اگرچہ بخاری ومسلم نے اسے روایت نہ کیا ہو۔

علامہ شمس الائمہ السرخسی خبرِ واحد کو موجِب للعمل اور اس کے منکر کو گمراہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

إن خبـر الـواحـد لا يوجب علم اليقين لاحتمال الغلط من الراوى وهو دليل موجب لـلـعـمل بحسن الظن بالراوى، وترجح جانب الصدق بظهور عدالته، فيثبت حكم هذا القسم بـحسـب دليله، وهو أنه لا يكفر جاحده؛ لأن دليله لا يوجب علم اليقين ويجب العمل به لأن دليـلـه مـوجـب لـلعمل ويضلل جاحده إذا لم يكن متأولا بل كان رادا لخبر الواحد، فإن كان متـأولا فـى ذلك مـع الـقول بوجوب العمل بخبر الواحد فحينئذ لا يضلل ولوجوب العمل به يكون المؤدى مطيعا والتارك من غير تأويل عاصيا معاقبًا.[أصول السرخسى: 1/ 112]

ترجمہ: خبرِ واحد علمِ یقین کا فائدہ نہیں دیتی، کیونکہ راوی سے غلطی کا احتمال ہے اور یہ ایسی دلیل ہے جو عمل کو واجب کرتی ہے راوی پر حسنِ ظن کی وجہ سے اور اس کی عدالت کے ظاہر ہونے سے جانبِ صدق راجح ہو جاتی ہے، پس اس قسم کا حکم اس کی دلیل کے اعتبار سے ہوگا اور وہ یہ کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس کی دلیل علمِ یقین کو ثابت نہیں کرتی۔ اس پر عمل واجب ہے کیونکہ یہ ایسی دلیل ہے جو موجب للعمل ہے اور اس کا منکر گمراہ ہوگا جب وہ تاویل نہ کرتا ہو بلکہ خبرِ واحد کو رد کرنے والا ہو۔ اگر وہ تاویل کرتا ہو اور خبرِ واحد کے

ذریعے عمل کے وجوب کا قائل ہو تو گمراہ نہیں ہوگا۔ چونکہ اس پر عمل واجب ہے اس لیے اس پر عمل کرنے والا فرمانبردار اور بغیر تاویل کے ترک کرنے والا گناہگار اور قابلِ مؤاخذہ ہوگا۔

علامہ ابن حزم صحیح حدیث کے واجب الاتباع ہونے پر علمائے امت کا اتفاق نقل کرتے ہیں:

واتفقوا أن كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صح أنه كلامه بيقين فواجب اتباعه. [مراتب الإجماع: 175]

ترجمہ: علماءِ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا کلام جب صحیح طور پر ثابت ہو تو اس کی اتباع واجب ہے۔

حدیث سے قرآن کی تخصیص:

غامدی صاحب کے نزدیک کوئی وحی جلی یا خفی اور خود پیغمبر بھی قرآن کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص نہیں کر سکتے، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حدیث متواتر و مشہور سے بالاتفاق قرآن کی تخصیص ہو سکتی ہے اور خبرِ واحد سے بھی جمہور کے نزدیک تخصیص ہو سکتی ہے۔ حدیث سے قرآن کی تخصیص واقع بھی ہوئی ہے، اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

چنانچہ علامہ تقی الدین السبکی متواتر کے ذریعے قرآن کی تخصیص پر اجماع نقل کرتے ہیں:

يجوز تخصيص القرآن بالسنة المتواترة، قال الآمدى لا أعرف فيه خلافا، وصرح الهندى بقيام الإجماع عليه. [الإبهاج فى شرح المنهاج: 2/ 170]

ترجمہ: قرآن کی تخصیص سنتِ متواترہ سے جائز ہے، علامہ آمدی فرماتے ہیں کہ میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا اور ھندی نے اس پر اجماع قائم ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ شمس الدین الاصفہانی متواتر اور خبرِ واحد سے تخصیص کے متعلق لکھتے ہیں:

يجوز تخصيص الكتاب بالسنة المتواترة بالاتفاق. وأما تخصيص الكتاب بخبر الواحد، فقد اختلفوا فيه. فذهب الأئمة الأربعة – أعنى الشافعى ومالكا وأبا حنيفة وأحمد – إلى جوازه. ومنع بعض الأصوليين. [بيان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب: 2/ 318]

ترجمہ: قرآن کی تخصیص سنتِ متواترہ سے بالاتفاق جائز ہے۔ خبرِ واحد سے قرآن کی تخصیص میں اختلاف ہے: ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے اس کے جواز کو اختیار کیا ہے اور بعض اصولیین نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی سنتِ قولی و فعلی سے تخصیص کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کی مثالیں ذکر کرتے ہیں:

المسألة الثالثة: تخصيص الكتاب بالسنة المتواترة قولا كان أو فعلا جائز للدليل الذى مر وأيضا قد وقع ذلك أما بالقول فلأنهم خصصوا عموم قوله تعالى (يوصيكم الله فى أولادكم) بقوله عليه السلام (القاتل لا يرث) وقوله عليه السلام (لايتوارث أهل ملتين) وأما بالفعل عند فلأنهم خصصوا قوله تعالى (الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) بما تواتر عنه من رجم المحصن.[المحصول للرازى : 3/ 78]

قرآن کی تخصیص سنتِ متواترہ سے جائز ہے چاہے وہ سنت قولی ہو یا فعلی، اور یہ تخصیص واقع بھی ہوئی ہے۔ بہرحال قولی کے ذریعے تخصیص تو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قول (يوصيكم الله فى أولادكم) کے عموم کی حدیث (القاتل لا يرث) اور حدیث (لا يتوارث أهل ملتين) سے تخصیص کی ہے۔ سنتِ فعلی سے تخصیص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) کی محصن کے رجم کے متعلق متواتر روایات سے تخصیص کی ہے۔

عقیدہ حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام:

غامدی صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے اور نزولِ مسیح کی روایتیں قرآن کی روشنی میں محلِ نظر ہیں، جبکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے، وہ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے۔ مفسرین نے قرآن کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے اور اس کے متعلق احادیث حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی مشہور تفسیر میں حیاتِ عیسی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم قال ابن جرير: وأولى هذه الأقوال بالصحة القول الأول، وهو أنه لا يبقى أحد من أهل الكتاب بعد نزول عيسى، عليه السلام، إلا آمن به قبل موته، أى قبل موت عيسى، عليه السلام، ولا شك أن هذا الذى قاله ابن جرير، [رحمه الله] هو الصحيح؛ لأنه المقصود من سياق الآى فى تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى وصلبه، وتسليم من سلم لهم من النصارى الجهلة ذلك، فأخبر الله أنه لم يكن الأمر كذلك، وإنما شبه لهم فقتلوا الشبيه وهم لا يتبينون ذلك؟، ثم إنه رفعه إليه، وإنه باق حى، وإنه سينزل قبل يوم القيامة، كما دلت عليه الأحاديث المتواترة. [تفسير ابن كثير : 2/ 454]

ترجمہ: علامہ ابنِ جریر نے فرمایا کہ ان اقوال میں سب سے زیادہ صحیح پہلا قول ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے بعد اہلِ کتاب میں سے ہر آدمی ان کی وفات سے پہلے ان پر ضرور ایمان لائے گا۔ (ابنِ کثیر فرماتے ہیں) جو ابنِ جریر نے کہا ہے یقیناً وہی صحیح ہے، کیونکہ ان آیات کے سیاق ''یعنی یہود کے عیسی علیہ السلام کو قتل کرنے، سولی دینے اور جاہل نصاری کے تسلیم کرنے کے بطلان'' کے

بیان سے بھی یہی مقصود ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہوا، بلکہ ان کے لیے دوسرے آدمی کو اسی صورت پر بنا دیا گیا تھا تو انھوں نے اسے قتل کیا اور ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا، وہ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت کے قریب اتریں گے جیسا کہ احادیثِ متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ ابوحیان اثیر الدین الاندلسی اپنی تفسیر میں حیات ونزولِ عیسی پر امت کا اجماع نقل کرتے ہیں:

قال ابن عطية: وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من: " أن عيسى فى السماء حى، وأنه ينزل فى آخر الزمان، فيقتل الخنزير، ويكسر الصليب، ويقتل الدجال، ويفيض العدل، وتظهر به الملة، ملة محمد صلى الله عليه وسلم، ويحج البيت، ويعتمر، ويبقى فى الأرض أربعا وعشرين سنة" وقيل: أربعين سنة.[البحر المحيط فى التفسير: 3/ 177]

ترجمہ: علامہ ابنِ عطیہ نے فرمایا کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے جو حدیثِ متواتر میں مذکور ہے کہ عیسی (علیہ السلام) آسمان میں زندہ ہیں اور آخری زمانے میں نازل ہوں گے، پس خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، دجال کو قتل کریں گے، انصاف پھیلائیں گے، ان کے ذریعے ملتِ محمد غالب آئے گی، بیت اللہ کا حج کریں گے، عمرہ کریں گے، زمین میں چوبیس سال رہیں گے اور بعض نے کہا کہ چالیس سال رہیں گے۔

اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی حیات ونزولِ عیسی پر امت کا اجماع نقل کیا ہے:

إنه قد تواتر، وانعقد الإجماع على نزول عيسى بن مريم عليه السلام، فتأويل هذه وتحريفه كفر أيضًا. وقد قال فى "روح المعانى" - وهو من محققى المتأخرين -: إن من لم يقل بنزوله فقد أكفره العلماء، وهو على القاعدة فى إنكار ما تواتر فى الشرع.

[إكفار الملحدين فى ضروريات الدين : 11]

ترجمہ: یہ بات تواتر کو پہنچ چکی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے، لہٰذا اس کی تاویل اور تحریف کرنا بھی کفر ہے۔ (علامہ آلوسی نے) جو متاخرین کے محقق ہیں روح المعانی میں فرمایا ہے کہ جو آپ کے نزول کا قائل نہ ہو اس کی علماء نے تکفیر کی ہے اور وہ اسی قاعدے کی بنا پر ہے کہ شریعت میں متواتر کا انکار کرنا (کفر ہے)۔

ظہورِ مہدی علیہ السلام:

غامدی صاحب کے نزدیک ظہورِ مہدی کی روایتیں کچھ ضعیف کچھ موضوع ہیں، لہٰذا کسی مہدی موعود کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ یہی سابقہ دو نظریے اپنا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے امت میں انتشار

پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک قیامت کے قریب حضرت مہدی کا ظہور برحق ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے:

عـن عبـد الـلـه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "لو لم یبق من الدنیا إلا یوم." – قـال زائـدة فی حدیثه: "لطول الله ذلك الیوم"، ثم اتفقوا – "حتی یبعث فیه رجلا منی" – أو "مـن أهل بیتی" – یواطئ اسمه اسمی، واسم [ص:107] أبیـه اسم أبی" زاد فی حدیث فطر: "یملأ الأرض قسطا، وعدلا كما ملئت ظلما وجورا." [سنن أبی داؤد: 4/ 106]

ترجمہ: حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا کا ایک دن ہی باقی رہ گیا تو بھی اللہ اس دن کو لمبا کریں گے یہاں تک کہ اس میں میرے اہلِ بیت سے ایک شخص کو بھیجیں گے جو میرا ہم نام ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ پہلے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

عـن أبـی سـعید الخدری، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "المهدی منی، أجـلـی الـجبهة، أقـنی الأنف، یملأ الأرض قسطا وعدلا، كما ملئت جورا وظلما، یملك سبع سنین." [سنن أبی داؤد: 4/ 107]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی میری اولاد سے ہوں گے، روشن پیشانی والے، بلند ناک والے ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی، سات سال تک حکومت کریں گے۔

داڑھی کی شرعی حیثیت:

غامدی صاحب کے نزدیک داڑھی دین کا کوئی حکم نہیں، جبکہ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق داڑھی دین کا حصہ ہے، پھر بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے۔ دیگر دلائل کے علاوہ غامدی صاحب اپنے دو اصولوں ''فطرت کے حقائق'' اور ''دینِ ابراہیمی کی روایت جو اجماع وتواتر سے ثابت ہو'' ان کو ہی دیکھ لیں تو داڑھی کا حکم ان دونوں کے مطابق ہے، کیونکہ حدیث میں بھی داڑھی کو فطرت میں شمار کیا گیا ہے اور ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داڑھی کو مرد کی فطرت میں رکھا ہے۔ اسی طرح داڑھی نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بلکہ گزشتہ تمام انبیاء کی سنت ہے اور پھر آج تک امت کے تواتر سے اس کا دین میں شامل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو فطرت میں شمار کیا گیا ہے:

عـن ابن عمر، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: "خالفوا المشركین: وفروا اللحی، وأحفوا الشوارب." [صحیح البخاری: 7/ 160]

ترجمہ: حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ؟ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی کو چھوڑو (بڑھاؤ) اور مونچھوں کو پست کرو (کم کرو)۔

عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء." [صحيح مسلم: 1/ 223]

ترجمہ: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی کو بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرِ ناف بال مونڈھنا اور استنجا کرنا۔

ملاعلی القاری مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"عشر من الفطرة": أي: عشر خصال من سنة الأنبياء الذين أمرنا أن نقتدى بهم، فكأنا فطرنا عليها كذا نقل عن أكثر العلماء. [مرقاة المفاتيح: 1/ 396]

ترجمہ: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں یعنی یہ دس خصلتیں ان انبیاء کی سنت ہیں جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، گویا یہ خصلتیں ہماری فطرت میں رکھی گئی ہیں، اکثر علماء سے یہی منقول ہے۔

اسی طرح علامہ خطابی مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فطرت کی مراد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فسر أكثر العلماء الفطرة فى هذا الحديث بالسنة وتأويله أن هذه الخصال من سنن الأنبياء الذين أمرنا أن نقتدى بهم لقوله سبحانه (فبهداهم اقتده). [معالم السنن: 1/ 31]

ترجمہ: اکثر علماء نے اس حدیث میں فطرت کی تفسیر سنت سے کی ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ خصلتیں ان انبیاء کی سنت ہیں جن کی اقتدا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں: (فبهداهم اقتده).

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں دو قاصد آئے جن کی داڑھیاں منڈھی ہوئی تھیں تو آپ نے ان کو دیکھنا گوارہ نہیں فرمایا اور فرمایا کہ مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اگر داڑھی رکھنا دین کا کوئی حکم نہ ہوتا تو اس کے متعلق آپ اس قدر ناگواری کا اظہار کیوں فرماتے؟ اور اس کو "رب کا حکم" کیوں قرار دیتے؟ چنانچہ علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

ودخلا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفيا شواربهما فكره النظر إليهما وقال "ويلكما من أمركما بهذا؟" قالا: أمرنا ربنا – يعنيان كسرى – فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ولكن ربى أمرنى بإعفاء لحيتى وقص شارب."

[البداية والنهاية: 4/ 307]

ترجمہ: وہ دونوں (قاصد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، تو آپ نے ان کی طرف دیکھنا گوارہ نہیں کیا (ناپسند سمجھا) اور فرمایا کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو! تمھیں کس نے اس کام کا حکم دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب (یعنی کسریٰ) نے حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ داڑھی کاٹنے کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا، یہ یہود و مجوس کا طریقہ ہے:

وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم. [الدر المختار: 2/ 418]

ترجمہ: داڑھی کاٹنا جبکہ وہ ایک مشت سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور مخنث کرتے ہیں اس کو کسی نے جائز قرار نہیں دیا۔ اور پوری داڑھی کو کاٹنا ہندوستان کے یہودیوں اور عجم کے مجوسیوں کا فعل ہے۔

مرتد کی شرعی سزا:

غامدی صاحب کے نزدیک مرتد کے لیے قتل کی سزا کا حکم صرف نبی ﷺ کے براہ راست مخاطبین کو تھا، آج اس کا اطلاق غلط ہے، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مرتد کی سزا قتل ہے اور یہ حکم ہر زمانے کے لیے ہے، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے:

عن عكرمة، قال: أتي علي رضي الله عنه، بزنادقة فأحرقهم، فبلغ ذلك ابن عباس، فقال: لو كنت أنا لم أحرقهم، لنهي رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تعذبوا بعذاب الله." ولقتلتهم، لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من بدل دينه فاقتلوه."

[صحيح البخاري: 9/ 15]

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس زندیق لائے گئے تو انھوں نے ان کو آگ میں جلا دیا، حضرت ابنِ عباس کو معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسا عذاب نہ دو جو اللہ دے گا۔ میں ان کو آپ کے ارشاد ''جو شخص دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو'' کے تحت قتل کر دیتا۔

علامہ جزیری اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کرتے ہیں:

واتفق الأئمة الأربعة عليهم رحمه الله تعالى: على أن من ثبت ارتداده عن الإسلام والعياذ بالله وجب قتله وأهدر دمه. [الفقه على المذاهب الأربعة :5/ 198]

ترجمہ: ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے (العیاذ باللہ) تو اس کا

قتل واجب ہے اور اس کا خون مباح ورائیگاں ہے۔

اسی طرح علامہ وہبہ الزحیلی بھی علماء کا اتفاق اور اہلِ علم کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء على وجوب قتل المرتد، لقوله صلى الله عليه وسلم: "من بدل دينه فاقتلوه."، وقوله عليه السلام: "لا يحل دم امرء مسلم إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزانی، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة." وأجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد.

[الفقه الإسلامی وأدلته: 7/ 504]

ترجمہ: علماء کا اتفاق ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے، آپ ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ ''جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو''، اور اس قول کی وجہ سے کہ ''کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں سوائے تین صورتوں کے: شادی شدہ زانی ہو، اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے''۔ مرتد کے قتل کے وجوب پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔

محصن زانی کی سزا رجم:

غامدی صاحب کے نزدیک غیر محصن زانی کی طرح محصن زانی کی حد بھی سو کوڑے ہے، رجم نہیں، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک محصن زانی کی حد رجم ہے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس پر جمہور امت کا اتفاق ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے:

عن عبادة بن الصامت، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "خذوا عنی، خذوا عنی، قد جعل الله لهن سبيلا، البكر بالبكر جلد مائة ونفی سنة، والثيب بالثيب جلد مائة، والرجم." [صحيح مسلم: 3/ 1316]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے (حکم) لے لو، مجھ سے (حکم) لے لو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں حکم نازل فرما دیا، غیر شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ عورت سے بدکاری کی سزا سو کوڑے اور ایک سال تک جلا وطنی ہے، اور شادی شدہ مرد کی شادی شدہ عورت سے بدکاری کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔

علامہ ابنِ رشد مالکی رجم پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأما الثيب الأحرار المحصنون فإن المسلمين أجمعوا على أن حدهم الرجم.

[بداية المجتهد: 4/ 217]

ترجمہ: شادی شدہ آزاد محصن (زانی) کے بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کی سزا رجم ہے۔

اسی طرح علامہ آلوسی رحمہ اللہ بھی رجم پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سلف اور علمائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع نقل کرتے ہیں:

وقد أجمع الصحابة رضى الله تعالى عنهم ومن تقدم من السلف وعلماء الأمة وأئمة المسلمين على أن المحصن يرجم بالحجارة حتى يموت، وإنكار الخوارج ذلك باطل؛ لأنهم إن أنكروا حجية إجماع الصحابة رضى الله تعالى عنهم فجهل مركب، وإن أنكروا وقوعه من رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لإنكارهم حجية خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدليل ليس ما نحن فيه؛ لأن ثبوت الرجم منه عليه الصلاة والسلام متواتر المعنى.

[تفسير روح المعاني: 9/ 277]

ترجمہ: تحقیق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، متقدمین سلف، علماءِ امت اور ائمہ مسلمین رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا اس پر اجماع ہے کہ محصن (زانی) کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ اس بارے میں خوارج کا انکار باطل ہے، کیونکہ اگر وہ اجماعِ صحابہ کی حجیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ جہلِ مرکب ہے، اور اگر وہ خبرِ واحد کی حجیت کا انکار کر کے رسول اللہ ﷺ سے رجم کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں تو یہ دلیل کی وجہ سے باطل ہونے کے علاوہ اور ہماری اس بحث سے خارج ہے، کیونکہ رجم کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت متواتر المعنی ہے۔

شراب نوشی کی شرعی سزا:

غامدی صاحب کے نزدیک شراب نوشی کی مجوزہ سزا حدِ شرعی نہیں ہے، یہ سزا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری کی ہے جو شریعت ہرگز نہیں ہو سکتی، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک شراب نوشی کی سزا شریعت کی طرف سے مقرر کردہ شرعی حد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے اس میں صرف تعداد کی تعیین کی تھی، اصالۃً حد تو بہت سی احادیث سے ثابت تھی، اسی وجہ سے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، مگر حدِ شرعی ہونے پر جمہور امت کا اتفاق ہے۔ چنانچہ موسوعہ فقہیہ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ثبت حد شارب الخمر بالسنة، فقد وردت أحاديث كثيرة فى حد شارب الخمر، منها: ما روى عن أنس رضی اللہ عنہ (أن النبى ﷺ أتى برجل قد شرب الخمر، فجلده بجريدتين نحو أربعين)...... وقد أجمع الصحابة ومن بعدهم على جلد شارب الخمر، ثم اختلفوا فى مقداره ما بين أربعين أو ثمانين. والجمهور على القول بالثمانين.

[الموسوعة الفقهية الكويتية: 5/ 23]

ترجمہ: شراب نوشی کی حد سنت سے ثابت ہے، اس کی حد کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک روایت حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ ''نبی ﷺ کے پاس ایک شخص لایا

گیا جس نے شراب پی تھی تو آپ نے اسے دو لکڑیوں سے چالیس ضربیں لگوائیں''۔......تحقیق صحابہ کرام اوران کے بعد کے لوگوں کا شراب نوشی کی حد پر اجماع ہے۔ پھر مقدار میں چالیس (۴۰) اور اَسی (۸۰) کے درمیان اختلاف ہے، جمہور نے اَسی کا قول اختیار کیا ہے۔

علامہ وھبہ الزحیلی حدِ شرب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال جمهور الفقهاء: حد الشرب والسكر ثمانون جلدة ...... وقال الشافعية: حد الخمر وسائر المسكرات أربعون جلدة.[الفقه الإسلامى وأدلته: 7/ 419]

ترجمہ: جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہے، ......اور شافعیہ کے نزدیک چالیس (۴۰) کوڑے ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے آیت ''ما آتاكم الرسول فخذوه'' کی تفسیر میں حدیث ''اقتدوا بالذين من بعدى أبى بكر وعمر'' نقل کر کے لکھا ہے کہ ان حضرات کا حکم بھی شریعت کا حکم ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ان کی اقتدا کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم ''ما آتاكم الرسول'' میں شامل ہے جو واجب الاتباع ہے، لہٰذا ان حضرات کا حکم بھی کتاب وسنت کی طرح واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن محمد بن هارون الفريابى: سمعت الشافعى رضى الله عنه يقول: سلونى عما شئتم أخبركم من كتاب الله تعالى وسنة نبيكم صلى الله عليه وسلم، قال فقلت له ما تقول- أصلحك الله- فى المحرم يقتل الزنبور؟ قال فقال: بسم الله الرحمن الرحيم، قال الله تعالى: وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا. وحدثنا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن ربعى بن حراش عن حذيفة بن اليمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (اقتدوا باللذين من بعدى أبى بكر وعمر). حدثنا سفيان بن عيينة عن مسعر بن كدام عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عمر بن الخطاب- رضى الله عنه- أنه أمر بقتل الزنبور. قال علماؤنا: وهذا جواب فى نهاية الحسن، أفتى بجواز قتل الزنبور فى الإحرام، وبين أنه يقتدى فيه بعمر، وأن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بالاقتداء به، وأن الله سبحانه أمر بقبول ما يقوله النبى صلى الله عليه وسلم، فجواز قتله مستنبط من الكتاب والسنة.

[تفسير القرطبى: 18/ 17]

ترجمہ: عبداللہ بن محمد بن ہارون فریابی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مجھ سے جس چیز کے متعلق چاہو پوچھو میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تمھارے نبی ﷺ کی سنت سے بتاؤں گا، (عبداللہ) کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ -اللہ آپ کو سلامت رکھے- آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو بھڑ کو مارے؟ تو انھوں نے فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کچھ رسول تمھیں دیں اس کو لے لو (اس کی اتباع کرو) اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ حضرت حذیفہ

بن یمان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرو''۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھڑ کو مارنے کا حکم دیا۔ ہمارے علماء فرماتے ہیں یہ انتہائی اچھا جواب ہے کہ انھوں نے احرام میں بھڑ کو مارنے کے جواز کا فتوی دیا ہے اور اس مسئلہ میں حضرت عمر کی اقتدا کی ہے۔ نبی ﷺ نے ان کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے قول کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا یہ مسئلہ کتاب وسنت سے مستنبط ہے۔

اسی طرح حدیث ''علیکم بسنتی، وسنة الخلفاء الراشدين المهديين [ابن ماجہ: 1/15]'' میں بھی خلفائے راشدین کی سنت کو لازم قرار دیا گیا ہے، لہٰذا علی سبیل التنزل والتسلیم اگر یہ سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاری کی ہو تب بھی شریعت کا حصہ اور واجب الاتباع ہے۔

تصویر اور موسیقی کی حرمت:

غامدی صاحب کے نزدیک تصویر اور موسیقی بذات خود حرام نہیں، صرف مشرکانہ وفحش تصاویر اور سفلی جذبات پیدا کرنے والی موسیقی حرام ہے، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جاندار کی تصویر سازی حرام ہے اگرچہ وہ مشرکانہ یا فحش نہ ہو، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اور فی الحال اگر شرک نہ بھی ہو تو بعد میں شرک کا خدشہ بہر حال ہوتا ہے۔ احادیث میں بھی مطلقاً ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح موسیقی وغنا بھی مطلقاً حرام ہے، اس کی بھی مطلقاً ممانعت آئی ہے۔ بطورِ نمونہ دو حدیثیں ملاحظہ ہوں:

عن نافع، أن عبد الله بن عمر، رضى الله عنهما أخبره: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم."
[صحيح البخارى: 7/ 167]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہ (ذی روح کی) تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور (تعجیزًا) کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا اس میں روح پھونکو۔

عن عائشة رضى الله عنها، قالت: دخل على النبى صلى الله عليه وسلم وفى البيت قرام فيه صور، فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتكه، وقالت: قال النبى صلى الله عليه وسلم: "إن من أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يصورون هذه الصور." [صحيح البخارى: 8/ 27]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر پردے کو لیا اور پھاڑ دیا۔ وہ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ عذاب ان کو ہوگا جو یہ (ذی روح کی) تصویریں بناتے ہیں۔

علامہ نووی نے ان احادیث کی شرح میں تصویر سازی کو مطلقا حرام بلکہ شدید التحریم قرار دیا ہے:

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الأحاديث وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى وسواء ما كان فى ثوب أو بساط أودرهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها. [شرح النووى على مسلم: 14/ 81]

ترجمہ: ہمارے مشائخ اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ جاندار کی تصویر سازی حرام ہے، اس کی حرمت بہت سخت ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اس پر احادیث میں یہ سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ تصویر بنانا ہر حال میں حرام ہے چاہے تصویر پامال ہونے والی ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق سے مشابہت ہے، چاہے کپڑے پر بنائے یا بچھونے پر یا درہم و دینار پر یا سکے پر یا برتن یا دیوار پر یا کسی اور چیز پر (ہر حال میں حرام ہے۔)

علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ نووی کے کلام سے تصویر سازی کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے:

وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان فى ثوب أو بساط أو درهم و إناء وحائط وغيرها اهـ فينبغى أن يكون حراما لا مكروها إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره. [رد المحتار: 1/ 647]

ترجمہ: شرح مسلم میں علامہ نووی کے کلام کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ جاندار کی تصویر کی حرمت پر اجماع ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے: چاہے کپڑے پر بنائے یا بچھونے پر یا درہم و دینار پر یا سکے پر یا برتن یا دیوار پر یا کسی اور چیز پر (ہر حال میں حرام ہے۔) لہٰذا اجماع یا تواتر کی وجہ سے دلیل کی قطعیت ثابت ہو جائے تو یہ حرام ہی ہے، مکروہ نہیں۔

اسی طرح موسیقی کے متعلق حدیث مروی ہے:

عن أبى أمامة، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " إن الله بعثنى رحمة وهدى للعالمين، وأمرنى أن أمحق المزامير والكنارات، يعنى البرابط والمعازف.

[مسند أحمد: 36/ 551]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بانسریاں اور راج باجے مٹانے کا حکم دیا ہے۔

ملا علی القاری موسیقی کی حرمت پر اتفاق نقل کرتے ہیں:

فی شرح السنة: اتفقوا علی تحریم المزامیر والملاهی والمعازف.

[مرقاۃ المفاتیح : 7/ 3025]

ترجمہ: شرح السنہ میں ہے کہ بانسریوں، آلاتِ لہو اور باجوں کی حرمت پر علماءِ امت کا اتفاق ہے۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی نے بھی فتاوی بزازیہ کے حوالے سے موسیقی کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے:

(قوله ومن يستحل الرقص قالوا بكفره) المراد به التمايل والخفض والرفع بحركات موزونة كما يفعله بعض من ينتسب إلى التصوف. وقد نقل في البزازية عن القرطبي إجماع الأئمة على حرمة هذا الغناء وضرب القضيب والرقص. [رد المحتار: 4/ 259]

ترجمہ: بزازیہ میں علامہ قرطبی سے منقول ہے کہ گانے، بانسری اور رقص کی حرمت پر ائمہ کا اجماع ہے۔

ایک اور مقام پر علامہ شامی رحمہ اللہ موسیقی سننے کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(قوله وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما في شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وإن سمع بغتة يكون معذورا ويجب أن يجتهد أن لا يسمع. [رد المحتار: 6/ 395]

ترجمہ: ہر لہو، لعب اور عبث کام مکروہ ہے، ان تینوں کا ایک ہی معنی ہے۔ یہ کراہت لہو کرنے اور سننے دونوں کو شامل ہے جیسے رقص کرنا، تمسخر کرنا، تالیاں بجانا مختلف قسم کے ساز بجانا، باجے و بانسریاں بجانا، یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ یہ کفار کا شیوہ ہے۔ ڈھول اور بانسریوں کو سننا بھی حرام ہے، اگر اچانک آواز کان میں پڑی تو معذور ہوگا مگر ضروری ہے کہ وہ کوشش کرے کہ نہ سنے۔

مرد اور عورت کی گواہی میں فرق:

غامدی صاحب کے نزدیک مرد و عورت کی گواہی میں کوئی فرق نہیں، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عورت کی گواہی حدود و قصاص میں معتبر نہیں اور دیگر معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے قائمقام ہوگی۔ چنانچہ حدیث میں ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہونا مذکور ہے:

قال: " أما نقصان العقل: فشهادة امرأتين تعدل شهادة رجل فهذا نقصان العقل......

[صحیح مسلم: 1/ 86]

ترجمہ: فرمایا کہ عقل کی کمی اس اعتبار سے ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

علامہ ابنِ رشد مالکی عورت کی گواہی کے متعلق جمہور کا اتفاق بیان کرتے ہیں:

واتفقوا على أنه تثبت الأموال بشاهد عدل ذكر وامرأتين؛ لقوله تعالى: (فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء.) واختلفوا فی قبولهما فی الحدود، فالذی علیه الجمهور أنه لا تقبل شهادة النساء فی الحدود لا مع رجل ولا مفردات. [بداية المجتهد: 4/ 248]

ترجمہ: علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اموال میں ایک عادل مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے، اس آیت کی وجہ سے (فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء.) حدود میں عورتوں کی گواہی کے متعلق اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک حدود میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں، نہ مردوں کے ساتھ اور نہ انفراداً۔

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ مرد وعورت کی گواہی کے متعلق لکھتے ہیں:

وأجمعوا على أن شهادة الرجل المسلم البالغ العاقل الحر الناطق المعروف النسب البصير ...... جائزة، يجب على الحاكم قبولها، إذا كانا رجلين، أو رجلًا وامرأتين.

[الإجماع لابن المنذر: 66]

ترجمہ: علماءِ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد، ناطق، بینا، معروف النسب مرد کی گواہی جائز ہے۔ حاکم پر اس گواہی کا قبول کرنا واجب ہے جب کہ گواہی میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

اسی طرح حدود میں عورتوں کی گواہی غیر مقبول ہونے پر اجماع نقل کرتے ہیں:

وأجمعوا على أن شهادتهن لا تقبل فی الحدود. (الإجماع لابن المنذر: 68]

ترجمہ: علماءِ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے اصول اور احکام میں غامدی صاحب نے جمہور اہل سنت کی مخالفت کی ہے، ہم نے بطورِ نمونہ صرف چند اُصول واحکام کو بیان کیا ہے۔ اس تفصیل کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)...... مذکورہ بالا افکار ونظریات میں سے اکثر اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار کے بالکل خلاف ہیں اور سراسر گمراہی پر مبنی ہیں مثلاً: اجماع کا انکار، ظہورِ مہدی کا انکار، رجم اور مرتد کی شرعی سزا کا انکار، قرآن کی ایک قراءت کے علاوہ بقیہ قراءتوں کا انکار، داڑھی کے دین کا حصہ ہونے کا انکار وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص ان نظریات کا حامل ہو وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، مبتدع اور ضال ومضل ہے۔

......البتہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات ونزول کے عقیدہ کو کئی معتبر ومستند علمائے کرام

نے ضروریاتِ دین میں شمار کیا ہے اور اس کا انکار یا اس میں تاویل کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

(۲)......جو لوگ ان گمراہ افکار و نظریات کی تائید کرتے ہیں وہ بھی اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور گمراہ ہیں۔

(۳)......ایسے شخص کو مذہبی پیشوا بنانا، اس سے شرعی احکام کے متعلق سوال کرنا، اس کے اور اس کے متبعین کے بیانات سننا اور ان کی تحریریں پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ اس میں گمراہی کا شدید خدشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے۔

(۴)......غامدی صاحب کی تصنیفات میں ان کے افکار و خیالات دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ غامدی صاحب اجتہاد کے مدعی ہیں، نہ صرف یہ بلکہ اجتہاد میں ان کا مقام بزعمِ خویش اتنا بلند ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین کے متفق علیہ موقف کے خلاف کوئی موقف اختیار کرنا ان کا حق ہے۔ چنانچہ جن عقائد واحکام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک چودہ سو سال سے اتفاق چلا آ رہا ہے، عام طور پر وہ انہی کو موضوعِ تحقیق بناتے ہیں اور ان مسائل میں اختلاف اور شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ان کے ادارے میں رکنیت حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۵)......ان نظریات کے حاملین کے لٹریچر کی ترویج یا نشر واشاعت کرنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریر وتقریر کے ذریعے اس فتنہ کی گمراہی کو واضح کریں، ناواقف لوگوں کو اس بے دینی کے سیلاب اور اس گمراہی کے جال سے بچائیں اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔

روح المعانی: [11/ 213]

ولا يقدح فی ذلك ما أجمعت الأمة عليه واشتهرت فيه الأخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوی، ونطق به الكتاب علی قول، ووجب الإيمان به وأكفر منكره كالفلاسفة، من نزول عيسى عليه السّلام آخر الزمان؛ لأنه كان نبيًا قبل تحلی نبينا صلّى الله عليه وسلم بالنبوة فی هذه النشأة.

إكفار الملحدين فی ضروريات الدين : [11]

إنه قد تواتر، وانعقد الإجماع على نزول عيسى بن مريم عليه السلام، فتأويل هذه وتحريفه كفر أيضًا. وقد قال فی "روح المعانی" - وهو من محققی المتأخرين -: إن من لم يقل بنزوله فقد أكفر?ه العلماء، وهو على القاعدة فی إنكار ما تواتر فی الشرع.

فتاوی ختمِ نبوت: [471/2]

إن حيـاة عيسى بن مريم عليهما السلام و نزوله في آخر الزمان من ضروريات الدين الثابتة بنص الكتاب والسنة المتواترة كما أوضحته في كتابي التصريح بما تواتر في نزول المسيح، ومعلوم عند الكل أن إنكار شيء من ضروريات الدين أو تأويله خلاف ما ثبت بالتواتر كفر بواح.

فتاوی ختمِ نبوت: [470/2]

أصبح أمر نزول سيدنا عيسى بن مريم من السماء عقيدة مقطوعة بين الأمة المحمدية بنص التنزيل العزيز، ثم بضم الأحاديث المتواترة وإجماع الأمة، أصبحت دلالة القرآن قطعية على النزول، فالإنكار والتردد والتأويل على ذلك موجب للكفر والإلحاد.

البحر الرائق: [5/ 151]

والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة وإنما يجوز الاقتداء به مع الإرادة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة أما لو كان مؤديا إلى الكفر فلا يجوز أصلا.

شرح سنن ابن ماجه : [6]

قال العلامة السيوطي: البدعة مقسمة على خمسة أقسام: واجبة كالاشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله تعالى وكلام رسوله...... ومحرمة كمذاهب القدرية والجبرية والمرجية والمجسمة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة؛ لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية.

عمر فرید......دارالافتاء، جامعۃ الرشید، کراچی......۹ررمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

أصاب المجیب وأجاد......محمد عفا اللہ عنہ (رئیس) دارالافتاء: جامعۃ الرشید، کراچی......۹ررمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح......محمد طاہر (مفتی ابولبابہ شاہ منصور، نائب رئیس دارالافتاء: جامعۃ الرشید، کراچی)

☆......☆......☆......☆

دائرہ اسلام سے خارج ہے۔......جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ٹی۔وی کے سکالر جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے بارے میں جو مندرجہ ذیل عقیدہ رکھتے ہیں:

''قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر نہیں آئیں گے، کیونکہ مؤطا امام مالک جو حدیث کی سب سے صحیح کتاب ہے، اس میں اس حوالہ سے کوئی حدیث موجود نہیں ہے۔ اگرچہ بخاری و مسلم میں اس حوالہ سے احادیث موجود ہیں، مگر وہ چونکہ بعد کی کتابیں ہیں، لہٰذا مؤطا کے مقابلے میں بخاری و مسلم

کی احادیث کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔''

(حوالہ کے لیے غامدی صاحب کا بیان سماعت فرمائیں جو اس سوال کے ساتھ سی ڈی میں موجود ہے۔)

الجواب باسم ملک الوهاب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل نزول من السماء قرآن کریم کی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ اس عقیدے کا انکار کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چند دلائل ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)...... وانه لعلم للساعة فلاتمترن بها. الآيه[الزخرف:٦]

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وإنه أي عيسىٰ لعلم للساعة شرط من أشراطها تعلم به الخ [تفسير كبير:۲۲۲/۲۷]

وإنه لعلم للساعة أي إمارة ودليل علىٰ وقوع الساعة. قال مجاهد: وإنه لعلم للساعة أي آية للساعة خروج عيسىٰ بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة الخ. [تفسير ابن كثير:۱۳۲/۴]

(۲)......وما قتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم. [النساء:۱۵۷]

هذا إبطال لما ادعوه من قتله وصلبه وهو حي في السماء الثانية على ما صح عن الرسول صلى الله عليه وسلم في حديث المعراج. [البحرالمحيط:٣٩١/٤]

(۳)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكمًا عدلًا، فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا ومافيها. [بخاری:۴۹۰/۱،مسلم:۸۷/۱]

(۴)......وأجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسىٰ عليه السلام في السماء حي وأنه ينزل في آخر الزمان. [تفسير بحر المحيط:۴۷۳/۲]

(۵)......وأما نفي نزول عيسىٰ أو نفي النبوة عنه، كلاهما كفر.

[الحاوي للفتاوىٰ:۱۶۶/۲]

صحیح احادیث، آیات قرآنیہ اور اجماع امت سے مذکورہ عقیدے کے ثبوت کے بعد صرف اس وجہ سے کہ مؤطا امام مالک میں اس سے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں، اس عقیدے کا انکار کرنا قطعاً درست نہیں۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

عبدالباسط عفی عنہ......دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور......۱۴۳۰/۱۱/۲۹ھ

الجواب صحیح......حمید اللہ جان عفی عنہ......رئیس دارالافتاء: جامعہ اشرفیہ لاہور

☆......☆......☆......☆

دار الافتاء و التحقیق لاہور کا دوسرا فتویٰ

(کراچی کے سید عطاء نامی صاحب کے ایک استفتاء کا جواب)

بسم اللہ حامداو مصلیاً

۱/۲: جاوید احمد غامدی گمراہ ہے اور اس کے افکار گمراہی کا پلندہ ہیں ۔آپ نے اس کے گمراہ اُفکار کا بڑا ذخیرہ کرلیا ہے۔ کچھ باتیں تو کفر کے قریب تک پہنچ گئی ہیں مثلاً شق نمبر ۱۶/۱ اگر واقعی غامدی کی اپنی تحریر ہے تو یہ قرآن کی صریح مخالف ہے۔ اِسی طرح شق نمبر ۱۷/۱ میں سنت متواترہ کا انکار ہے ۔اگر غامدی نے سنت کا اپنا مطلب نہ بنایا ہوتا تو سنت متواترہ کا انکار کفر ہوتا۔

۴/۳: جاوید احمد غامدی اور اس کے پیروکاروں سے تعلقات قائم کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کے خوشی غمی میں شریک ہونا یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔

۶/۵: جاوید غامدی اور اس کے پیروکاروں کو نماز میں امام بنانا اور ان کا لٹریچر شائع کرنا اور ان کو بیان کے لیے بلانا یا ان کے پاس جانا یہ سب باتیں بھی ناجائز ہیں۔

۷: عوام کے لیے ان لوگوں کے تقریر سننا اور تحریر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

۸: جہاں کہیں غامدیت کے بیج پڑ گئے ہوں وہاں کے اہل حق علماء کے ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو غامدیت کی گمراہیوں سے باخبر کریں۔اس کے لیے آپ کی مرتب کردہ فہرست ہی لوگوں کو پڑھ کر سنائیں او راس کی کاپیاں لوگوں میں تقسیم کریں تو ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

جن اہل حق علماء نے جاوید غامدی کے افکار پر کتابیں لکھی ہیں وہ بھی لوگوں کو پڑھنے کو بتائیں۔

جاوید غامدی کی کچھ باتیں ہماری کتاب ''تحفہ غامدی'' میں ہیں ۔مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بیٹے اور جاوید غامدی کے شاگرد رشید مولوی عمار خان ناصر نے جاوید غامدی کی افکار کی تبلیغ کے لیے جو کتابیں لکھی ان پر رد کے لیے ہماری یہ کتاب بھی ہے ''عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی''۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواحد

دارالافتاء والتحقیق، مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

☆......☆......☆......☆

مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر......اکابر و مبصرین کی نظر میں

شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالقادر ڈیروی مدظلہم کی رائے گرامی

بخدمت جناب مولانا احسن خدامی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   خدا کرے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں

عرض ہے: مجلّہ صفدر غامدی نمبر موصول ہوا، فقیر اِس عنایت بے نہایت کا تہہ دِل سے شکر گذار ہے۔ بندہ تقریباً تین ماہ سے دِل کے عارضہ کے سبب دواؤں پر چل رہا ہے، دعا کی استدعا ہے۔

راہیٔ راہِ راست، مسلم سوادِ اعظم اِس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اکابر اُمت کے ساتھ وابستگی، مسلماتِ امت پر اعتماد و تمسک ایمان وایقان کی حفاظت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ جس نے جب کبھی اور جونہی مسلم سوادِ اعظم کی راہ سے علیحدگی اختیار کی صراطِ مستقیم سے کٹا اور کٹتا ہی چلا گیا۔

مسلماتِ امت پر عدمِ اعتماد! دراصل دو خطرناک نتائج پر منتج ہوتا ہے، یہی دو نتائج تمام مفاسد دینی کی اساس ہیں۔

(۱)......اول یہ کہ پوری امت کی تجہیل کیے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ نئی راہِ تحقیق کا داعی یہ دعویٰ کر رہا ہوتا ہے کہ پچھلے سارے جاہل تھے، عالم صرف ہم ہی ہیں۔ اگر کسی کو یہ تسلیم بھی ہو تب اُس کے ذمہ یہ سوال رہے گا: اگر پچھلے سب جاہل تھے تو تمہارے علم کی سند کیا ہے؟ تمہارا یہ علم کہاں سے آیا ہے؟

(۲)......دوسرا یہ ہے کہ اگر پوری امت کی تجہیل نہ بھی کی جائے تب بھی نیا محقق یہ کہہ رہا ہے کہ: حق ہم نے واضح کیا ہے، پچھلے سب مداہن اور بد دیانت تھے۔

اگر دونوں نتائج کو تسلیم کر لیا جائے تب تو ایمان ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملے گا، اگر اِن میں سے کسی ایک کو تسلیم کیا جائے، پھر بھی تسلیم کرنے والے کی گمراہی میں تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔ اِسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

گو فکرِ خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ اَفکار ہے اِبلیس کی اِیجاد

مرسلہ مجلّہ صفدر (فتنہ غامدی نمبر) پر اِجمالی نظر ڈالنے سے احساس ہوا ہے کہ آپ حضرات نے

قابلِ قدر کام کیا ہے۔

دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ جل مجدہ آپ کی اِس محنت وریاضت کو قبول فرمائے اور پوری امت کو تمام علمی فتنوں سے بالخصوص غامدی فتنہ سے بچائے۔آمین ثم آمین

دعا گو ودعا جو بندہ ضعیف محمد عبدالقادر عفی عنہ ڈیروی

۸/شعبان ۱۴۳۶ھ......۲۷/مئی ۲۰۱۳ء بروز بدھ

☆......☆......☆......☆

ہفت روزہ **اخبار المدارس** کراچی کا تبصرہ

غامدی نمبر۔ماہنامہ ''صفدر'' کا کارنامہ

مولانا محمد جہان یعقوب

''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق یقیناً اسلاف واخلاف میں سے بہت سے گھرانے ہوسکتے ہیں،مگر امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ کے اخلاف کو اس کا مصداق قرار نہ دینا بد نیتی یا پھر حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ اب اِن میں **فَخَلَفَ مِن بَعدِهم خلْف** الخ کا مصداق چند لوگ بھی سامنے آرہے ہیں،عمار خان ناصر صاحب اگر ''غامدی بچہ'' کا کردار ادا کر رہے ہیں تو اُن کے پدر بزرگ وار کا طرزِ عمل بھی ''خاموشی نیم رضامندی'' کی بھیانک مثال بنتا جارہا ہے،اس کے ساتھ مقام صد تشکر وامتنان ہے کہ اسی خانوادے کی نئی پود میں اللہ تعالیٰ نے ایسے رجال کار پیدا فرمادیے ہیں،جو حساب مانگ بھی رہے ہیں اور حساب چکا بھی رہے ہیں،جن قارئین کی نظروں سے ماہ نامہ ''صفدر'' کے خاص شمارے گزرے ہیں وہ یقیناً ہماری تائید فرمائیں گے۔ برادرم احسن خدامی اور حمزہ احسانی لائق صد مبارک باد ہیں کہ وہ تجدد پسندوں کے امام جاوید احمد غامدی اور اس کے اندھے معتقدین کے نہ صرف تار و پود بکھیر رہے ہیں،بل کہ انتہائی دردمندی سے انھیں جادہ مستقیم کی طرف آنے کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔

زیرِ نظر ضخیم کتاب ''غامدی نمبر'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اہل حق کی یہ خوبی ہے کہ وہ ہر فتنے کا تعاقب کرتے ہیں،اس سے قطع نظر کہ اس کی ڈوریں مشرق سے ہلائی جارہی ہیں یا مغرب سے، کہ یہ اہل حق کی شان ہے کہ وہ **تحریف الغالین** اور **انتحال المبطلین** کے غبار کو دین حقہ کے چہرہ صافی سے دور کرنے کا فریضہ تا قیام قیامت انجام دیتے رہیں گے۔ ممدوحان مکرم نے اس کتاب میں، جو اس سلسلے کی

پہلی کڑی ہے، إمـام الـضـالـين ورئيـس الـمتـجـددين جاوید احمد غامدی کے حوالے سے تمام مطلوبہ مواد اکابر اہل حق کی تحریروں کی روشنی میں یکجا کر دیا ہے۔ مواد کس قدر جاندار ہوگا، اس کا اندازہ چند لکھنے والوں کے ناموں سے ہی لگا لیجیے: مولانا نور محمد تونسویؒ، مفتی ابولبابہ شاہ منصور، ڈاکٹر خالد جامعی، مولانا فضل محمد، مولانا عبداللہ معتصم، مولانا عبدالقدوس خان قارن، ڈاکٹر مفتی عبدالواحد، مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ۔ اِن میں سے ہر شخصیت ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' کا مصداق ہے۔

یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے، جن میں سے پہلے باب میں مرتبین کا دردِ دل ہے، دوسرے باب میں فتنہ غامدی کے حوالے سے اکابر کی تحریرات جمع کی گئی ہیں جو ہمیں اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دیتی ہیں، تیسرے باب میں حمیت دینی کے حوالے سے اکابر کے طرز عمل کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ تجدد پسندوں کی فتنہ سامانیوں کے چند نمونے دیے گئے ہیں، چوتھے باب میں غامدی کا تعارف و پس منظر، پانچویں باب میں اُس کے افکار کا تحقیقی محاسبہ اور چھٹے باب میں اُس کے تراشیدہ مذہب کا عمومی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جب کہ آخری باب میں فتاویٰ جات کی صورت میں غامدی مذہب وافکار کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی گئی ہے، اس حوالے سے یہ ایک جامع ومکمل دستاویز ہے، تاہم دوسری جلد بھی آ رہی ہے، دیکھیے اس میں کن گوشوں سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

بہ حیثیت مجموعی کتاب ظاہری وباطنی اور لفظی ومعنوی خوبیوں کا مجموعہ ہے، تاہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں، اول یہ کہ اس کتاب میں غامدی کے سب سے بڑے ناقد محترم رفیق چودھری کہیں نظر نہیں آتے، دوسرے یہ کہ غامدی کو ایک نئے مذہب کا بانی قرار دینا بجا، مگر اس کے نظریات کا لاہوری احمدی قادیانیوں سے موازنہ کر کے غامدی کے اندر قادیانیت کے جراثیم کی نقاب کشائی بھی ضروری ہے، کہ یہ گوشہ تا حال تشنہ تعبیر ہے، امید ہے اگلی جلد میں مرتبین اِس جانب بھی توجہ مبذول فرمائیں گے، اِس کے لیے محقق عالم دین مولانا مفتی محمد سیف الرحمٰن قاسم مدظلہم سے گزارش کی جاسکتی ہے۔

ہم وقت کی ایک اہم ضرورت کے مطابق فتنہ غامدی کے حوالے سے اس قدر خوب صورت اور جامع دستاویز مرتب وشائع کرنے پر مجلّے کے سرپرست شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو، مدیر اعلیٰ مولانا جمیل الرحمٰن عباسی، مدیر مسئول مولانا احسن خدامی اور مدیر برادرم حمزہ احسانی سمیت تمام عملے کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ چہار رنگے دیدہ زیب سرورق اور مناسب کاغذ کے ساتھ چھے سو صفحات کی اس ضخیم کتاب کا ہدیہ دو سو روپے مناسب ہے۔ کتاب ہر گھر، مدرسے اور کتب خانے و لائبریری کی زینت بننے کے لائق ہے۔

☆......☆......☆......☆